

تمو بخاری



گھر میں داخل ہوئے ہی اس نے بیچ اور بیلو کو
 صحن میں رکٹ کھینچ لیا۔
 ”لو جی اس کا مطلب ہے“ آج پھر سا شمس اور
 ارشاد بھائی تشریف لائے ہیں۔ ”حلق تک کڑوا ہو
 گیا۔“ سوچا تھا آج تو کالج سے واپسی پر کھانا بھی نہیں
 کھانا بس شاور کے لئے اپنے کمرے میں سو گیا ہے۔
 لیکن ہماری ہر سوچ پر اپنا اختیار کہاں ہے اپنے گھر میں
 ہمیں نہیں بڑنا نہیں۔
 اس نے گھور کر اپنے بھائیوں کو دیکھا جواب ”خالہ
 فری آئیں“ کے نعرے بلند کر رہے تھے۔

”کہا ہے چپ کھو میں ہی آئی ہوں کوئی قیامت تو
 نہیں آئی ہے“ اس نے دونوں کو ڈانٹ کر خاموش کروایا
 اور صحن سے ہر آمد کے میں آگئی۔
 ”توہ کس قدر گری ہے آج۔“ برآمدے میں آکر
 بھندک کا احساس ہوا۔ سر سے کھادراتا رہتا ہوں سے
 زاد کے ہاتھوں میں اپنے کمرے کی جانب
 بڑھنے لگی۔
 ”خالہ فری!“ شمس آہستہ سے نبروا لے اٹھا
 نے شرمیلی سی آواز میں کہا۔ تین سال کا یہ بچہ اپنی
 محبوب صورت آنکھوں اور معصوم مسکراہٹ کے وجہ

مکھانہ ناول



سے دیکھنے والے کو فوراً اپنی طرف متوجہ کر لیا کرتا تھا لیکن فردا کو آپاٹھ کی پوری ذیلی سے ایب اسٹاٹ کا احساس ہوتا تھا۔

وہ اس سچے کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے اپنے کمرے میں آگئی۔ لباس تبدیل کر کے منہ ہاتھ دھونے کے بعد بالکسافل اسپینڈ میں چلایا اور ابھی بستر کرنے کی تیاریاں میں تھی کہ اماں کمرے میں آئیں۔

”شباباشے‘ سونے کی تیاریاں ہو رہی ہیں بہن بہنوئی کب سے آئے بیٹھے ہیں انہیں سلام تک کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتیں تم کو روہ بے گارے ہیں کہ ابھی تک کھانا بھی نہیں کھایا۔ انتظار میں بیٹھے ہیں پھولی بسا کالج سے لوٹے کی تو سب مل کر کھا میں نے۔“

”کیوں پھولی بسا نے کیا کوالے بنا کر ان کے منہ میں ڈالنے ہیں؟“

”بد تمیز کی مت کرو‘ چلو جلدی سے آؤ۔ بہن بہنوئی سے ملو حال احوال دریافت کرو میں کھانا لگاوا لی ہوں۔“

”ہاں وہ تو جیسے مینوں بعد اوھر آئے ہیں تو میں حال احوال دریافت کروں۔ مشکل سے ہفتہ نکالتے ہیں اور پہنچ جاتے ہیں خاطر خیر مت کرو انے۔ اپنے کمرے میں اچھا کھانے کو جو نہیں ملتا۔“

”جو مت اور یہ بھی نہ بھولو کہ یہ شمر کامیاب ہے۔ اس کا پورا حق ہے اس کمرے۔“

ای کی بات کے جواب میں وہ بہت کچھ کہہ سکتی تھی لیکن فائدہ کیا۔ وہ اسے ہی سخت ست سنا تیں۔ عجیب بے زار کن تاثرات چہرے پر لے وہ اپنے کمرے سے بڑے کمرے تک آئی جہاں اس وقت شمر نے آپاٹھ شوہر نادر ارشد بھائی کے ساتھ شریف فرما تھیں۔ کمرے کی صورت حال دیکھ کر دل جل کر خاک ہو گیا۔ کارپٹ پر ارشد بھائی کس مزے سے دراز تھے ہاتھ میں لی وی کار پورٹ تھا سہ نیم دراز وہ چینل پر چینل تبدیل کر رہے تھے۔ ان کے سامنے

رکھی پلیٹ میں تین کباب تھے اور قریب ہی گلاس میں کوک لسی ڈال کر رکھی تھی۔ کچھ ایسا ہی لذت بخش لپٹی کا بھی تھا فرق بس اتنا تھا کہ وہ صونے پر نیم دراز تھیں۔

”ہو نہ کہاں وہ ان کا مری کے دل سے ہٹنا کمر اور کہاں یہ روہن روہن کمر اور یہاں کے ٹھاٹ پائٹھو یہی سب سوچنے میں ممکن سلام بھی نہیں کر سکتی تب اس شمر کی نگاہیں پڑی۔

”ہائے فوئی آئی کان سے۔“ بھٹ اپنی جگہ سے اٹھیں۔ اسے ساتھ لپٹا لیا حالانکہ انہوں نے دھلا دھلائے بالکل صاف کپڑے پہن رکھے تھے پھر بھی فری کو ان سے بو محسوس ہوئی۔

”یقیناً۔“ وہ انکب پاؤڈر کے بجائے کپڑے دھونے کے لیے سکان استعمال کرتی ہیں۔“ وہ آہستہ سے پیچھے ہٹی۔

”ارے آئی فردا! کھڑی کیوں ہو بیٹھ جاؤ۔“ ارشد بھائی نے جلدی سے لی ٹی آف کیا جہاں اس وقت انکا دل لگم کا ایسا میل چل رہا تھا جیسے کہ اکثر ملاتے ہیں نیکین ارشد بھائی کے ہاں پھیل نہیں تھا۔ انہیں یقیناً یہ سین خاصا قابل اعتراض لگا تھا جب ہی فردا کو دیکھتے ہی تبدیل کر دیا۔

”یہ کباب لے لو۔“ کنیراں نے بہت اچھے بنائے ہیں۔“ بھٹ پلیٹ اس کی جانب بڑھائی۔

”آپ کھائیں۔ میں کچن سے لے لوں گی۔“ ”ہو نہ! یوں پیش کر رہے ہیں جیسے یہ میزبان اور میں یہاں مہمان ہوں جب بھی آتے ہیں سب کاکمر کچھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ کباب یقیناً“ فرمائش کر کے ہوائے گے ہوں گے۔“ ابھی اس کی سوچ یہیں تک پہنچی تھی کہ شور مچاتے نیچے اور بھلو بھی چلے آئے۔

”آہا کباب اور پیسی۔!“ دونوں چلائے۔ ”ہاں ہاں بچ کھاؤ تمہاری ٹائی اماں نے ہوائے ہیں۔“ شمر نے آپاٹھ پلیٹ کچن کے سامنے کر دی۔

بھٹ کھائے بیٹھ گئے۔ ہاتھ بھی نہیں دھوئے۔

”میرے بیٹے! والدین پر ایسا ہوتا ہے۔ اب
رشنا آئی تھی تو میں نے اسے دیکھا اور وہاں
اس کی اور بہنوئی بیٹا بھی کتنی بیماری شہر میں کرنا
کتنا اچھا حال تھا۔ سب اور دونوں رشتیاں تو
بالکل ہواں لگتی ہیں۔ ہر چیز نظامت سے سربل جگہ کر
چھوڑ دینے والی بالکل اپنے پیادہاں کی طرح اور
رشنا آئی بھی تو بہت اینٹسٹ ہیں بالکل میری طرح اور
شمسہ آیا تو بہ! میرے اللہ کوئی کہہ سکتا ہے۔ یہ بھی
ہماری بی بی بنیں ہیں اور بسن ہیں تو ہمیں انہی نے
انہیں کچھ اس طرح اپنا بنا کر پالا ہے کہ میں اور رشنا آئی
بھی اکثر بھولنے لگتے تھے کہ یہ ہماری سہیلی بسن نہیں
ہیں لیکن اب تو ان کا ہر انداز بیچ بیچ کرتا ہے کہ یہ
ہماری بسن نہیں ہیں۔“

میں اس سے بھی جدا ہونا چاہتا تھا کہ وہ صبح چھ بجے فیکری
جانے کے لیے لگتے اور رات آٹھ بجے سے پہلے انہی
محکم نہیں ہوتی تھی۔ اکیلے گھر میں ہواں ہوتی بنی کو
کیسے چھوڑ سکتے تھے۔
وہ بنی کو اکثر فون کرتے تھے یہ بھی بھولتے لیکن وہ
کی شمسہ کی زندگی میں آئی تھی وہ پوری نہیں ہو سکتی
تھی۔

ابانے شمسہ کو بہت اچھے اسکول میں ایڈمیشن دلوا دیا
لیکن وہ گورنمنٹ اسکول میں پڑھنے والی لڑکی یہاں
کسی طرح بھی ایڈجسٹ نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ
اسکول جانے سے کترائے لگی۔ ابانے نیوٹرن رکھوا دی۔
اب شمسہ کا وقت اسکول اور اسکول سے آکر نیوٹرن
میں گھٹنے لگا۔ باقی جو وقت چتا وہ مہمانی کے پیچھے پیچھے
پہرتے ہیں گھولتی تھی۔ گھر کے کاموں میں ان کی بہت
مدد کروائی کپڑے آٹھری کر دیتی اور جو ملازمہ مچھلی کر
جاتی تو کسی کے کے بنانی سٹائی بھی کر دیتی۔

انہی رشنا کو اکثر شمسہ کی مثالیں دیتے تھے لیکن وہ انوں
کی مثالیں میں صرف ایک سال کا فاصلہ تھا لیکن شمسہ
کی ذمہ داری تھی۔

”مجھے شمسہ آپا جیسا نہیں بننا۔“
وہ ناک پر ہنسا کر بولی اور فواد اس وقت کلاس ٹو میں
بڑھ رہی تھی۔ اس کے جان لیا کہ شمسہ آپا جیسا بننا
کوئی قابل عزت بات نہیں ورنہ رشنا آئی ہوں نہ کرتیں۔
شمسہ میٹرک کے امتحان سے فارغ ہوئی تھی جب

اس کے ابا کی بیماری کی اطلاع آئی۔ شمسہ کے ابا نے
فواد کے ابا سے فون پر پتہ نہیں کیا کہا۔ ان کی بیماری کا
سن کر پریشان ہونے والے ابا امی نے اچانک ہی ڈھیر
ساری سٹاپنگ کر ڈالی پھر ان ساری چیزوں کے ساتھ
ساتھ بچوں کو بھی ساتھ لے کر اس کے چھوٹے سے
شہر کو روانہ ہوئے۔ شمسہ کے ابا بہت بیمار تھے اور وہاں
گھر میں شمسہ کی پھوپھو اور تائی جان بھی موجود تھیں۔
ان کے چپتے ہی کچھ انتظامات ہونے لگے۔ شمسہ کو
مہمانی نے بتایا۔

شمسہ فواد کے ابا کی بھانجی تھی۔ شمسہ اس کی والدہ
یعنی فواد کی پاپو کی وفات ہوئی وہ آٹھویں کلاس میں
پڑھتی تھی۔ بسن کی وفات کے بعد ابو امی اسے اپنے
ساتھ اس گھر میں لے آئے۔ شمسہ ان کی دو بیٹیاں اور
ایک بیٹا پہلے سے موجود تھے۔ ”یہ تمہاری بڑی آپا
ہے“ ابو امی نے ان تینوں بسن بھائیوں کو یہ باور
کرایا تھا۔ صاف رنگت چھپے کپڑے نقوش لیکن
معمولی لباس اور جھجکا سا انداز۔ ان تینوں کو وہ کچھ
خاص پسند نہیں آئی۔
”اس سے اچھے کپڑے تو ہماری ملازمہ پہنتی
ہے۔“

امی جب شمسہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے میں لے
گئیں۔ تب ان کی بڑی بیٹی رشنا نے ناک سکیڑ کر تبصرہ
کیا۔ فواد اور امیر بھائی رشنا آئی کی ہر بات پر ایمان لانا
ان کی ہاں میں ہاں ملانا فرض سمجھتے تھے۔ اب جبکہ
شمسہ رشنا کو پسند نہیں آئی تو پھر ان دونوں کو کس طرح
پسند آسکتی تھی؟ امی کہا شمسہ کا ہر ممکن خیال رکھتے
تھے۔ ان دنوں وہ اپنی امی کو یاد کر کے بہت روتی بھی
تھی پھر اپنا شہر اپنا گھر چھوٹا تھا۔ پاپو تو زندہ تھا لیکن چپتے

رشنا آئی نے دونوں بہن بھائیوں کو بتایا تھا۔
 "دونوں میں بیٹا تو ہمارا گھر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اب
 ہے چاروں نے اسے دیکھا ہے؟ اتنے روشن گھر کہاں دیکھے
 ہوں گے۔"

وہ صرف دو دن یہاں ٹھہرے پھر کراچی کے مکان
 میں اپنی بوسہ کے ساتھ رخصت ہو گئے۔ ابھی
 تک کوئی نے چیز میں صرف زیور اور کپڑے ہی دے دیے
 تھے۔ اب پھر رقم شہرہ کے والد نے مرنے سے پہلے
 ان کے ہاتھ پر رکھی تھی۔ کچھ خود سے ملا کر انہوں نے
 شہرہ کے لیے ساڑھ سا چیز تیار کر لیا جو اس کے چھوٹے
 سے گھر میں با آسانی سہا سکتا تھا اور جس میں اس کی
 ضرورت کا تقریباً ہر سامان ہی موجود تھا۔
 شہرہ تو فردا سے پیار کر رہی تھی مگر اب ارشاد
 بھائی بھی بہت محبت بٹانے لگے۔ اسے شہرہ کی
 محبت ابھی لگتی تھی نہ ارشاد کی۔ بقول ای شہرہ کو
 بہت اچھے لوگ ملے تھے شوہر اور ساس دونوں ہی
 اسے بہت چاہتے تھے۔

شہرہ کے تینوں بچے اپنے گھر ہی ہو گئے اور

"ہم شہرہ کی شادی تمہارے تایا مرحوم کے بیٹے
 ارشاد سے کر رہے ہیں۔ تمہارے لہا کتے ہیں۔ تم
 دونوں کا رشتہ بھین سے ہی ملے گا۔ تمہیں کوئی
 اعتراض تو نہیں ہے؟" اور اس جیسی سعادت مند
 بیٹی کیا اعتراض اٹھاتی دیکھے بھی ارشاد میں کوئی برائی
 نہیں تھی وہ اس کے تایا مرحوم کا بیٹا تھا باب تک
 شہرہ کی امی زندہ تھیں اور وہ اپنے گھر میں رہتی تھی۔
 ارشاد اور تائی جان کے ہاں آنا جانا کارہ تھا۔
 رشنا کو یہ شادی ذرا بھی پسند نہیں آئی۔ چھوٹا سا گھر
 جس میں محسن کا احساس تھا۔ لوگوں سے بھر گیا تھا۔ کلی
 میں ٹیٹ لگ گئے تھے۔ کلی کلی دیکھیں چہ نہ لگتی تھیں
 اور یہ لڑکیاں اور عورتیں کیسے کشیا سے چمک دک
 والے کپڑے پہنے اور شہرہ سے ادھر مقلقتی پھر رہی تھیں۔
 "اور یہ شہرہ کا دولہا ہو نہ لگے گا تو ساڑھ سا گھٹا اور
 لیس سوٹ پہنے گا تو کتنا بھی ایسے کپڑے پہنتا ہے۔"

وہ تینوں بہن بھائی ذرا الگ تھلگ بیٹھے تھے۔ رشنا

UrduPhoto.com

نہیں اس کی ساس نے ہی سنا۔ یہاں انی بہت سے
 حوائف ہر مرتبہ لے کر گئی تھیں۔

لی ایس سی کرنے کے بعد رشنا کی بھی شادی ہو گئی۔
 وہ اب گاہ کے کسی جاننے والے کے بیٹے تھے۔ اچھی
 جاب کرتے تھے بہت نفاست پسند انسان تھے اسی
 وجہ سے اچھے لگتے تھے۔ بہت خوب صورت تو نہیں
 لیکن لباس کا علاوہ انہیں باوقار بناتا تھا پھر رشنا آئی
 بھی تو بہت خوب صورت نہیں تھیں۔ انہیں بھی تو
 نکھار و ٹیشن کی مہارت نے ہی بخشا تھا اور لباس کے
 معاملے میں وہ بھی بہت باذوق تھیں۔

اس شادی تک فردا بھی سمجھ دار ہو چکی تھی اور ہر
 رسم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا اور اسے پتا تھا اس
 شادی میں شرکت کے لیے شہرہ آیا اور ان کی ساری
 فیملی کی شاپنگ بھی ای نے کی تھی ورنہ اپنی مالی حالت
 کی وجہ سے وہ جس طرح کی شاپنگ کر سکتے تھے۔ فردا

"ہمارے بیٹے کچھ تو کسی نے نہیں بن رکھے۔
 ہم ان سب سے اچھے ہیں۔" وہ اپنے قریب آنے
 والے ہرنچے کو حقارت سے دیکھتی اور کسی کے لیے
 اپنی جانب برعجاہر ہاتھ جھٹک رہی تھی۔

شہرہ کی شادی کے دو سرے ہی روز اس کے لہا کا
 انتقال ہو گیا۔ ان لوگوں کو مزید کچھ دن کے لیے رکنا پڑا۔
 مکان کراچی کا تھا یہاں جو مسلمان مومنود تھا وہ
 کہا نیے کو دیے جانے کے قابل تھا۔ اس لیے
 کیا نیے کو ہی دے دیا گیا۔ اور جب یہ لوگ ایک ہفتے
 کے بعد اپنے شہر لوٹے تو شہرہ آیا بھی ان کے ساتھ
 تھیں دو سری صبح ان کے نئے نوکے دولہا جن کا نام امی
 نے ارشاد بتایا تھا اور یہ نام سن کر رشنا ہنستے ہنستے دہری ہو
 گئی تھی۔ اپنی امی کے ساتھ ان کے گھر پہنچ گئے۔

ابھی طرح باقی تھی۔
 آپا شادی سے تقریباً ایک ہفتہ قبل ہی ادھر
 آئی تھیں۔ ان کے میاں بھی اکثر پتھر لگاتے رہے
 بتوں ای ان دونوں نے کاموں کا بہت سا بوجھ اپنے سر
 پر لے کر ای ابا کو ہانکا کر دیا تھا۔
 دلیر کے بعد رشنا بھی خوش اور ہوا اعتماد تھی۔ اسی
 دیکھ کر نسل ہو گئیں اور فروا نے چپکے سے خواہش کی
 "میں میاں میری قسمت بھی رشنا آپنی جیسی ہی
 لگتا۔"

شادی کے بعد جب رشنا آپنی پہلی بار صرک چند
 مہینے رہنے کے لیے ان کے ہاں آئیں تو نگاہ وہ وہاب
 کے علاوہ ہر رشتہ بھول چکی ہیں۔ ان کی ہر بات وہاب
 سے شروع ہو کر وہاب پر ختم ہو رہی تھی۔ فروا نے
 محسوس کیا۔ وہ بہت بدل گئی ہیں۔ خوب صورت
 ساڑھی کا گھرے گلے والا بلیاؤں کا خلیو لیس تھا اور جس
 کو پہن کر بھی رشنا کا بھٹ سا جسم عیاں ہی تھا۔ ابا اور
 بھائیوں کی موجودگی میں فروا کو بے طرح شرم آرہی
 تھی لیکن رشنا مختصر عرصے میں ہی اوچی سو سائی میں
 داخل ہو چکی تھی اور اس سو سائی میں وہ سب سے خوب
 نہیں تھا۔

"ای اہو شمسہ تو اپنے کمر چلی گئی ہے نا۔"
 "ہاں بیٹا! آج صبح ہی گئی ہے" اضل میں تم نے
 اپنے بد کرام سے آگاہ ہی نہیں کیا تھا ورنہ میں اسے
 نہ لگ جاتی۔"

"تھینک گاڈ!" رشنا نے گہری سانس لی پھر بولی۔
 "جب میں ادھر آرہی ہوں خدا را! میں مست بلایا کیجیے۔
 آپ کو معلوم نہیں ہے وہاب کتنے نفاست پسند ہیں۔
 وہ اپنے مزاج کے لوگوں کے علاوہ کسی سے ملنا بھی
 پسند نہیں کرتے اور وہ ارشاد صاحب! نہیں تو خواہ مخواہ
 ہر کسی کے گلے لگنے کی عادت ہے، آپ خیال رکھیے
 گا۔ پلیز مجھے وہاب کے سامنے شرمندہ مت کروائیے
 گا۔"

ای چپ ہو گئیں اور پھر واقعی شمسہ کے رشنا کو

بہت یاد کرنے پر بھی انہوں نے کبھی رشنا کی آمد پر شمسہ
 کو نہیں بلوایا۔

ہاں جب رشنا کے ہاں پہلی مہنی کی پیدائش ہوئی اور
 نویں مہینے میں وہ بچے آگئی تب ای کو شمسہ کو بلوانا چاہا
 تھا۔ بچی بے حد کمزور تھی۔ خود رشنا کی صحت بھی اچھی
 نہیں تھی۔ شمسہ کے بچے داوی کے پاس تھے اور وہی
 جان سے رشنا اور بچی کو سنبھال رہی تھی۔

ای شکر گزار تھیں۔ رشنا نے فروا کو بتایا۔
 "اتنا شکر گزار ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ

سب مفت میں تھوڑا ہی کر رہی ہے معاوضہ وہاں کی
 میں۔"

لیکن جب ای کو معاوضہ دینے والی بات کا پتا چلا تو
 رشنا کو خوب ہی ڈانٹا میاں تک کہہ دیا۔

مل دار ہوئی تم اپنے گھر کی۔ ہمارے لیے وہ
 بیٹیوں کی طرح ہے۔ یہ بھی کے کے ماموں کا گھر ہے
 تم اپنے پیسے اپنے پاس ہی رکھو۔ وہ خود دار بھی ہے اور
 بامروت بھی۔ ہالی میں اور تمہارے ابا اس کے صر
 معاویہ ہیں۔ ہم مسکتا ہیں اس کا اور بچے والے جس
 طرح بیٹیوں کا خیال رکھتے ہیں۔ ہم بھی رکھ رہے ہیں۔"

آوی ہیں۔ وہ جانتے ہیں وقت کی ضرورت کیا ہے۔
ایک دوست کے ساتھ مل کر بزنس شروع کیا تھا مگر
ہمارے شیئر زیادہ نہیں لیکن پھر بھی ہنر ہے۔ بزنس
اپنا جا رہا ہے اب وہ جاب تو پھوڑنے کی سوچ رہے
ہیں۔

”وہ ہمارے ہاں آتا بھی بہت کم ہے۔ تمہارے ابا کو
تفصیلی بات کرنے کا تو موقع ہی نہیں ملتا۔“
”ارے رے ابا سے کہیے ان کے کسی ذاتی
معاملے پر بات کریں بھی نہیں۔ وہ اسے بالکل پسند
نہیں کرتے۔“

”کمال ہے بھئی۔ بٹی دی ہے ہم نے اب اس کا
ذاتی معاملہ کہاں سے ہو گیا۔“

”بٹی آپ کی خوش ہے آپ مطمئن رہیے اور ہاں
ای ایٹن کے ملن کے لیے فری کو اپنے ہاں لے جاؤں۔
میں چاہتی ہوں۔ یہ بھی کچھ دنوں کے لیے اس روٹین
سے نکلے۔ آخر کالج کی اسٹوڈنٹ ہے میں چاہتی ہوں
یہ ملازم سوسائٹی میں مود کرنا سکھے۔“

”ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اگر فری
جاننا چاہتی ہے تو ضرور چلائے۔“
”وہ ایسے ہیں جیسا کہ ہم نے دیکھا۔ اب
سے بھی بات کر لوں گی اور ہاں یہ ذہن میں رکھنا۔ اب
کے جب ہم احمر کے ہونے والی سہیلیں جائیں گے تو
تمہیں اور وہاب کو ہمارے ساتھ جانا ہے۔“

”میں تو چلی چلوں گی۔ وہاب کو رہنے دیں۔ اصل
میں انہیں یہ گھریلو تقریبات بہت بور کرتی ہیں۔“

”چلو بھئی۔ یہ بھی پسند نہیں ہے۔ ایک وہ اپنا
ارشاد ہے اللہ نے کیا خلوص بھرا دل دیا ہے اس کو۔
ایک بار کہنے کی دیر ہے فوراً سعادت مندی سے سر
اثبات میں ملادیتا ہے۔“

”فارگاسک ائی! وہاب کو ارشاد کے ساتھ نہ
ملا میں۔ کل کو آپ میرا اور شمسہ کا موازنہ کریں گی۔“
”نہیں تمہارا اور شمسہ کا کیا مقابلہ۔ وہ بڑی ہی
صابر اور اللہ والی لڑکی ہے۔“

”فروا کو رشنا کے ساتھ اس کے گھر جانے کے خیال
سے ہی بہت خوش ہو رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی آئی

اکلوئے بھائی امر کارشتہ ائی نے اپنی مرضی سے
اپنے برابر کے لوگوں میں ملے کر دیا۔ رشنا کو جتا جلاتا
لوہی بھڑی۔“

”ایک سے ایک مال دار گھر کی بٹی پسند کرتی ہیں
اپنے بھائی کے لیے۔ آپ کو کیا پتا کج کل یہ پیسے
والے لوگ اپنے بیٹوں کی نااہلی سے کس قدر پریشان
ہیں بل کا اس کے کھتی صحت مند لڑکے انہیں بہت
بھاتے ہیں۔“

”ہم کسی دولت مند کی بھڑی بٹی کو اپنے گھر کی بہو
نہیں بنا سکتے۔“

”ارے ائی! اتنا جینز لے کر آتی کہ آپ کو اتنا ہی
ایک اور گھر لینا پڑتا۔“

”چلو پھر تو بچت ہو گئی میری۔“
”آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں تو کہتی ہوں اب

بھی انکار کر دیں ان لوگوں کو۔“
”رشنا! میرا دل غراب نہیں کرو۔ آخر زبان بھی تو

کوئی جینز ہوتی ہے کہ نہیں۔“
”ہائے! میں وہاب کے سامنے کس قدر بچی محسوس

کروں گی۔ میں تو ہمیشہ ان سے ہی کہتی رہی ہوں۔ ہم
اپنے بھائی کی شادی باعزت خلی میں کریں گے۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“
”ای! آپ پرانے خیالات کی ہیں۔ آپ کو نہیں پتا

آج کل باعزت وہی ہے جو زیادہ پیسے والا ہے جس کا
بینک بیلنس اتنا ہے کہ اسے خود بھی اندازہ نہیں ہوتا

اور گاڑی وہ یوں بدلتا ہے جیسے آپ لوگ پیر کا جوتا
تبدیل کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی جلدی۔“

”تمہارے ابو وہاب کے یوں ایک دم اتنے دولت
مند ہو جانے پر پریشان ہیں جب تمہاری شادی ہوئی

تھی تب وہ ایک پرائیویٹ کمپنی میں اچھے عہدے پر تھا
مگر اب تو وہ تنہا نہیں کیا کیا کر رہا ہے۔“

”رشنا! بڑی پھر بولی۔“
”کوئی غلط کام تو نہیں کر رہے۔ پڑھے لکھے اور ذہین

میں نے اس کی خاصی رقم لے کر ہائے کی اور وہاں رہنا کے ساتھ اس کی بڑی سی گاڑی میں بیٹھ کر ان بوسک سے ٹانگ کر کے کی جن کا اب تک صرف نام ہی سنا تھا۔ رشنا آئی جاتی ہیں۔ اب تو وہ اکثر وہاں بھائی کے بغیر بھی بچوں کو لے کر خود ہی کھانا کھانے کسی ایسے سے ریسٹورنٹ میں چلی جاتی ہیں۔ شائنگ بھی اکثر وہ اکیلے ہی کرتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں مجھے بھی اپنے جیسا ہوا احترام دے دیں۔ ہاں تو یہ کنویں کے مینڈک جیسی زندگی مجھے کب پسند ہے۔ کالج ورین میں آتے جاتے میں تو وہاں بھائی دوڑتی ان گاڑیوں کو دیکھتی رہتی ہوں۔ آخر یہ لوگ بھی تو ہم جیسے ہیں نا رشنا آئی کہتی ہیں۔ ہاں سب لوگ ایک سے ہوتے ہیں لیکن جو وقت کی قدر کر لے اور ہاتھ بڑھا کر اپنے حصے کی خوشی پھینکے گا ملے جانے والے وہی کامیاب بنتے ہیں۔ مجھے بھی اپنے حصے کی خوشی پھینکے گا ملے لینا چاہیے۔"

وہ جانے کیا کیا سوچتی رہی۔ کتنی یہ خوش اور بے تک رہی اور اپنا بے دو لفظوں نے سب کچھ پھینک لیا۔

انہوں نے کہہ دیا۔

"فروا رشنا کے ساتھ میں جائے گی۔"

"کیوں اپا؟" رشنا نے احتجاج کیا۔

"میں اس بات کے مناسب خیال نہیں کرتا۔"

انہوں نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن کیوں؟ آخر وہ میرا بھائی ہے کی بہن کا گھر ہے۔"

"شادی کے بعد رشنا ڈاٹ کرباٹ کرنا سیکھ گئی ہے۔"

"بالکل بہن کا گھر ہے جب میں اور تمہاری امی اور آمین کے تب اسے بھی ساتھ لے آئیں گے پھر جب وہ واپس آئیں گے تو اسے اپنے ساتھ لے آئیں گے۔"

"یہ کلج جاتی ہے وہاں سے گھر آ جاتی ہے اور کہیں بھی نہیں جاتی یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔"

"میں نے کہہ دیا نا۔ فروا نہیں جائے گی۔" اب کے لپا کا انداز وہ ٹوک تھا۔

وہ اس وقت کھانے کی ٹیبل پر بیٹھے تھے اور اب

فروا سے کچھ کھانا نہیں چاہتا تھا۔ "اپا کی بے جانتی امی اور بھائی دونوں خاموش رہتے ہیں۔ رشنا ٹھیک کہہ رہی ہے لیکن کوئی بھی اس کا ساتھ نہیں دے رہا۔ کوئی میری زندگی کی کسی کو پروا نہیں میں خوش ہوں یا نا خوش کوئی اس پر غور کرنے کو تیار نہیں کہ میری بھی کچھ خواہشات ہیں کچھ خواہش ہیں لیکن کوئی سمجھتا ہی نہیں سوائے رشنا آئی کے کسی کو میرا خیال نہیں۔"

"کھانا کھاؤ فروا! اسی نے ٹوکا۔ وہ کرسی کو کھو کر مار کر اٹھ جانا چاہتی تھی لیکن اتنی اہمیت اس میں نہیں تھی۔ وہ تینوں بھائی بہن ہمیشہ سے اپا سے رہے تھے۔ ان کے سامنے ایسی دیکھی حرکت نہیں کر سکتے تھے۔"

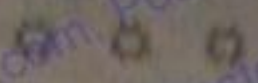
رشنا تو اس شام چلی گئی لیکن اسے بہت اداس کر گئی۔ کال کال میں پوچھیاں ہی نہ ہوئی ہوتیں۔ گریسوں کے یہ بورڈن کچھ پور ترین شامیں وہ آگئی بولائی کبھی صحن تو کبھی برآمدے میں چکر لگاتی اور ایسے میں ہر پلٹتے شمسہ اور ارشاد کی سرچھون کے آدھ سونے کے کھانے کا کام کرتی۔ آخر یہ کچھ اچھے جاتے ہیں اپنے گھر میں نہیں پڑا ہاں اصل بات یہی تھی ہے اس دڑبے میں بہن کہاں؟ اور یہاں پر اپا اپنی جوان کی خاطر میں کچھ سمجھ جاتے ہیں۔ ایک بار وہ کچھ ناں ذرا دال سبزی ان کے سامنے پھر رہی تھیں کریں گے ادھر کا۔"

ان کی آمد پر اکثر وہ اپنے گھرے میں بند ہو کر بیٹھ جاتی۔

اور ان ہی اکتا دینے والے دنوں میں ایک روز شمسہ آیا اور ارشاد بھائی اپنی طرف سے ایک خوشخبری کے ساتھ حاضر ہوئے۔ شمسہ کی پھپھو زادہ جو کہ ارشاد کی بھی پھپھو زادہ ہی ہوتی تھیں ان کی شادی خانہ آبادی ہونا قرار پائی تھی۔ تمہیہ کہ شادی لاہور میں ان کے گھر میں ہو رہی تھی اور وہ دونوں پر زور اصرار کے ساتھ حاضر ہوئے تھے۔

"ہم رشنا کے گھر بھی کارڈ لے کر جانا چاہ رہے ہیں۔"

دیکھا کہ سوچ کر خاموش ہی رہیں۔



”فری خاں آئی ہیں۔“ مایوں کے روز بھر
 کیا کے ہاں کی سناؤں کے بعد پتی تو ان کے بچے اسے
 دیکھ کر خوشی سے بے حال ہونے لگے۔
 ”ابھی ایسے ہنگامے والے کی کیا ضرورت ہے۔
 میں نے کبھی منہ نہیں لگایا لیکن یہ بچے بھی آپ کے ہاں
 باپ پر ہی رہے ہیں تو ان کو وہ محبتیں جس قدر کی عادت
 ہے ان کی۔“ اس معصوم ٹوٹی ہوئی بھی وہ خفا ہوئی تھی۔
 ”آئی فری بچ سے آپ سے انتظار کر رہی تھی۔“
 ”جسے تپانے بڑھ کر مانتا چوم لیا اور وہ ان کا ٹوپ
 صورت آنکھوں والا معصوم چہرے والا چھوٹا عمار شہا
 شہا کر اس کی جانب دیکھنے لگا اس نے توچہ نہیں دی۔
 اپانے بڑھ کر کھینچ کر اٹھایا اور پیار کرنے لگے۔
 ”دیکھو فری! اب مجھ نے اور بھی کمرے والو اسے
 ہیں۔“
 ”اور ابھی کرائے کے مکان پر؟“ اسے حیرت ہوئی

”رشتا اور اس کا میں تو ان کی کراچی کے ہوئے
 ہیں۔ تم کارادے چلو۔ میں خود سے آؤں گی۔“
 اسی نے جھوٹ بولا تھا۔ سب ہی کمرہ والے جان
 کر گئے تھے لیکن کوئی بھی کچھ نہیں بولا۔ فردا نے طے لگا
 دیا اور کہا۔ ”تو۔ ایسے رشتہ داروں کی آمد پر کتنی سکی
 ہوئی آئی کی۔ ان کے ملازم کو چپکے چپکے کیا لپٹا نہیں دیتا ہے
 اچھا ہوا ہی نے ہاتھ بٹا دی۔“
 اور سب مسندی مایوں شادی پر ہانے کے لیے اسی
 نے اس سے سوال کیا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔
 ”ہاں تم تو مہارانی ہوتا۔ ان لگ گئیں چھوٹے
 مکانوں میں دم گھٹتا ہے تمہارا فردا وہ شہاں تمہارے
 دل میں بھرا ہے نا اسے اکل پھینکو۔ قسم۔ میں ہے
 تمہاری۔ وہ کتنی خوشی سے ہلا دوئے کر گئی ہے اور پھر
 یہی سوچو کتنا بڑا دل ہے اسی چھوٹی جی کی طرف
 شادی ہی اپنے گھر میں نہیں کر رہی انتظامات ہی اسی
 مہاں ہوئی ہے ہر چیز کہ ان کی چھپو کے مل حالات
 ٹھیک ہیں۔“

UrduPhoto.com

”ابھی ان کے تو بہت ٹھیک ہیں۔“ اسے زور کی
 آہی آئی۔
 ”یہی تو چاہی ہے ان کی تم قسم کے پاس بیٹھا کرو۔“
 اس نے کچھ تو کہنے کی کوشش کرو۔
 ”مجھے تو معاف کی جائے گی ای!“
 ”بہر حال تمہیں اس عمر میں شریک کرنا ہے۔“
 وہ رشتہ تو آئے کی نہیں۔ تم بھی نہیں سمجھیں تو
 تمہارے اہا بہت خفا ہوں گے۔“
 ”ہاں لہا کا سارا زور مجھ ہی پر چلتا ہے۔“ وہ منہ لٹکا کر
 دیکھ گئی۔
 ”رشتہ بھائی بیٹی ہے اپنے گھر بار والی۔ اب بھلا اس
 پر ہمارا کیا زور۔ تم ان کو دیکھ لو نے کپڑوں کی یا کسی اور چیز
 کی ضرورت ہے تو مناد آج شام میرے ساتھ بازار چلی
 چلتا۔“

”جو ہے وہی ٹھیک ہے۔ ہاں اگر آپ کو ان کی
 محفل کے شایان شان نہیں لگتا تو پھر اور دلواد دیجیے۔“
 اسی نے تانت سے اس کی شکل اور بڑے تیروں کو

”اے۔ اچھا۔ یہ ہے آپ کی بہن لیکن لگتی تو نہیں۔“
 اس نے اسے بولنے والے کی طرف دیکھا پڑا۔
 ”ارے کیا نہیں لگتی؟“ کیا کو حیرت ہوئی۔
 ”آپ کتنی گوری ہیں کیسے کھڑے کھڑے نہیں
 ہیں آپ کے۔“

”اے۔ اچھا۔ یہ ہے آپ کی بہن لیکن لگتی تو نہیں۔“
 اس نے اسے بولنے والے کی طرف دیکھا پڑا۔
 ”ارے کیا نہیں لگتی؟“ کیا کو حیرت ہوئی۔
 ”آپ کتنی گوری ہیں کیسے کھڑے کھڑے نہیں
 ہیں آپ کے۔“

"ہاں ہاں نیچے ہے۔ اس کفری کی طبیعت کچھ
 ایک نہیں ہے نا۔"
 "دیکھتے ہیں۔ تاج نہ جانے آگن فیڑھا۔" اس
 نے کہا اور سب اس پر ہنسے۔
 "میلنس ای! کھر پگیں۔ میرے سر میں درد ہے۔"
 اور اب میں ای نے ایسے کھوراک پھر فقرہ ہراسے
 کی صحت نہیں رہی۔ وہ اندھ کر کمرے سے باہر آگئی۔
 سامنے جان تھا بالکل پھوٹا سا چائے اسٹائل والا
 فرش پر گیس کا چولہا رکھا تھا اور وہ لڑکیاں دھڑا دھڑ
 وہاں پکاتے میں لگی تھیں۔ مسکراتے چہرے
 گودے رنگ اسے خواجواہ غصہ آیا اور ان کی جانب
 سے بیغ موڑ لیا۔

"کچھ چاہیے تھا فری؟" سامنے سے ارشاد بھائی
 ایک پراسا گھسیا اٹھائے چلے آ رہے تھے۔
 "لوئی یہاں تو کہیں بھی کھڑے ہو تا مصیبت ہے۔
 بھی کچھ چاہیے ہو گا تو لے لوں گی۔" پتہ نہیں سب
 پہری لکڑیوں پر چلے ہو رہے ہیں۔
 "بھائی! مجھے کما ہوتا میں نے آنا۔" وہی لڑکا کمرے
 سے نکلا اور ارشاد بھائی سے وہ بھاری تھلا پکڑ لیا۔
 "او کوئی کل نہیں۔ تم بھی صبح سے گھر ہو۔ صبح تو یہ
 ہے گاں! کہ تمہارا بڑا چار اے مجھے۔"
 "پھوڑیں بھی بھائی! کچھ کیا بات لے بیٹھے۔ یہ
 نا میں کھانا لگوانے کا انتظام کروں یا ابھی فھر جائیں؟"

"نہیں میرا خیال ہے مردوں کو تو اب کھانا دے دینا
 چاہیے۔ ہاتی لڑکیاں اور عورتیں لگی ہیں ابھی ڈھولک
 چلے ہیں۔ انہیں شمسہ بعد میں کھلا دے گی۔ ہاں
 بہن فری کہیں بھوک تو نہیں لگی؟"
 "لوئی آپس میں بات کرتے کرتے پھر فری یاد
 آئی۔" اس نے بس لٹی میں سر ہلا دیا اور وہ بد گینہ
 نہیں کیوں خواجواہ ہی ہنس پڑا۔
 "ہونہ کپڑے دیئے ہیں اپنے۔ پتا نہیں کب سے
 ہمارے ہیں اور جوتے سبحان اللہ جوتے تو پہنے ہی
 ہیں۔ وہ ننگے پاؤں بڑی بے تکلفی سے ادھر ادھر کام

کرتا پھرتا تھا۔

پہلے وہ پھوٹے لڑکوں کے ساتھ بدھن لے کر اس
 کمرے میں گیا جس کا دروازہ گلی میں کھلتا تھا۔ یقیناً یہ
 اس گھر کی بیعت تھی اور مردوں کے کھانے کا انتظام
 یہیں ہوا کرتا تھا پھر آکر کچن میں کام کرتی لڑکیوں کو
 ہدایات سے نوازا اور خود میز چیاں طے کر کے بیعت پر
 چلا گیا۔ خواجواہ بارہ کمرے میں آئی تھی۔
 رات ڈھلے جب وہ کمرے آنے کو تیار تھے۔ شمسہ کمرے
 رہی تھی۔

"ماموں! آپ فردا کو کچھ دن کے لیے ادھر ہی پھوڑ
 دیں ناں! کتنی رونق لگی ہے یہاں۔"

"نہیں نہیں۔" خواجواہے ساندت بول اٹھی اور پھر
 ای ابا کے پاس گئے کو کیا رہتا تھا۔

"تو پھر پھوڑی کے روز تو مجھے ادھر مت لے کر
 جائے گا۔"

کمرے آتے ہی اس نے ای کے چھانسنے اپنی اتناہٹ کا
 انکار کیا۔ انہوں نے جسے سنا ہی نہیں! ابا کے لیے

چائے بنانے کچن میں آئی تھیں لہذا چائے کپ میں
 نکال اور اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

"کیا مصیبت ہے بھئی!" وہ خواجواہ ہی بھلاہٹ کا
 مظاہرہ کرتی اپنے کمرے میں آگئی اور ڈھولک نیمبل

کے سامنے کھڑی جب وہ چوہلائی اتار رہی تھی نہ
 چاہتے ہوئے بھی آپس کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"وہی شمسہ کیا بہت خوب صورت ہیں وہ ابھی
 نہیں ہے؟" اس نے بغور خود کو دیکھا۔

آئینہ کو ای دے رہا تھا وہ خوب صورت ہے۔ ہاں
 اس کا رنگ شمسہ جیسا نہیں ہے۔ شمسہ آپا کی ٹاک

ستواں ہے جبکہ اس کی پھولی سی ہے لیکن سب کچھ
 میلنس تو ہے۔ وہ کتنی اچھی تو لگ رہی ہے۔ وہ بد تیز

خود بھی تو سن دسفیہ تھا۔ لکڑی بھی کھڑے کھڑے۔
 منظور ہو گا نا خود پر اس لیے بکو اس کر رہا تھا خیر مجھے

کیا۔ لیکن ایک بے چینی تھی جو بستر آنے کے بعد
 بھی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"لی وی پر رنگ گورا کرنے والی کتنی ہی کمریوں کے
 کمرے میں گیا جس کا دروازہ گلی میں کھلتا تھا۔ یقیناً یہ

اس گھر کی بیعت تھی اور مردوں کے کھانے کا انتظام
 یہیں ہوا کرتا تھا پھر آکر کچن میں کام کرتی لڑکیوں کو

ہدایات سے نوازا اور خود میز چیاں طے کر کے بیعت پر
 چلا گیا۔ خواجواہ بارہ کمرے میں آئی تھی۔ رات ڈھلے

”اگر ہے یہ تو آج بھی اسی دن واسطے ملنے پہنوں میں
ہے اور۔۔۔ بعد تصکا تصکا سدا کھائی دے رہا ہے۔ نرا
جہاں ہے۔۔۔ پہلا آج تو پہنچ کر لیتا اور میں لگتی امتل
ہوں اس کی باتوں کو دل سے لگا لیا۔ آج کس قدر تیار ہو
کر آئی ہوں مجھے میری سگی بہن کی ہی تو صندی
ہے۔“ اس کو دیکھتے بھائے اب نور غصہ آئے لگا۔
”السلام علیکم“ کیا حال ہے؟“ پاؤں نہیں وہ کب
قریب آیا اور اس قدر گرم ہوئی سے سلام کیا۔ وہ تو ہمیں
دیکھ کر رو گئی۔

آپ کو؟ لیکن کھانے میں ابھی دیر ہے۔ آپ یہ جیل
چھوڑ کر تھپس کر لیں۔" بیب سے جیل نکال کر اس کی
جانب بڑھائی۔

جانب برعکس -
 جس نے کہا مجھے بھوک لگ رہی ہے
 ہمیں اپنا کام کر لیں اور اتنا کہہ کر رخ موڑ کر بیٹھ
 گئی۔ "آئیہوں میں بیٹھو یہ نہ سوچو کہ تمہاری اتنی

یہ ساری باتیں سن کر مجھے وحشت ہوئی ہے۔ "اس نے
میں نے شروع کیا ہے کہ جو اس حد تک کہ میں چاہا کرتا تھے
لوگوں میں اپنا سر اٹھانا لینا متعلق نہیں تھی۔
یقیناً "وہ جاننے کا تھا کہ وہی کے بعد ہی گریبان موڑ کر احتیاط
سے کہہ دیکھا۔

”کافی ہے ہی بڑا شہزادی۔“ تفتی ہی لڑکیاں مڑتی ہیں
اس چہرے کا اوجھلنا تو بہت ہے۔ اس لیے لڑکیوں نے
چارپوں کا بھی کیا دھڑ۔ ”ان کی برادری کی ایک ماس
پیسو ٹائپ خاتون دانت دکاتے ہوئے فرما رہی تھیں

”یعنی ان کا مطلب ہے کہ میں بھی مر رہی ہوں
اس پر۔ وہ جس نے شاید اسکول کی شکل ہی مشکل سے
دیکھی ہوگی۔ جیسے پتہ ہی نہیں موقع کی مناسبت سے
تیار ہوا جاتا ہے۔ یہ سارے غریب خیراتو ہیں پتھینا
اس کے پاس اتنے پیسے ہی نہیں ہوں گے کہ موقع کی
مناسبت سے کچھ خرید سکیں اور اللہ کی شان کیہا سازم
ہے سارے خاندان کو کہ جی لڑکیاں تو مر رہی ہیں اس

ایک جگہ ہے۔ میں نے بھی غور ہی نہیں کیا۔ لڑکیاں
 کچھ تو لگے آگاہی ہیں اور میں نے بھی کچھ کیا ہی نہیں
 کمرہ لیا۔ اہل تک میں نکلا۔ کچھ۔ نوے اتنی لڑکیاں
 بھی اچھی تھیں۔ اب میں غور نہ کر سکے۔ کچھ کروں گی۔
 آج تو دلچ بھی نہیں کی کسی سندی کے جانے سے ایک
 روڈ کے دلچ لگاؤں کی۔ اس سے بھی رنگ میں ہوا
 واضح فرق آجاتا ہے۔ اور میں سبز سوٹ میں ہاتھوں کی
 سبز اور ہاتھ تو ہر کسی نے پہنا ہو گا۔ مجھے سب سے مندر
 نظر آتا تھا ہے۔ میں رنگ سوٹ ہاتھوں کی جس پر سفید
 موتیوں کا کام کیا گیا ہے۔ جو یہ رشنا آبی نے مجھے میری
 پر تھوڑے پر لکھت کیا تھا اور ہاں اس پر تھوڑے پر تھوڑے
 کیا ہے بھی تو مجھے یہ لڑکی دی تھی۔ اچھی خاصی مٹکی
 والی لیکن تب میں نے انہیں کہا تھا مجھے ابراہن پسند
 نہیں آیا لیکن میری ساری لڑکیاں میں وہی سب سے
 اچھی ہے۔ چلو ہاں لڑکی۔ کچھ آپا کو کون سا یاد ہو گا
 ۔

کہ یہ لاکھ لاکھ ہزار ہوں کی ہیں لیکن میرے پاؤں بھی تو
شہر میں سلوک ہوں گی لیکن میں بھی تو چہ دینا ہو گی۔ یہ کم
بہت کم ہوئے۔
مگر یہانی میں کون سا کون سا اور ایسا کون سا دال رہا ہے۔
کی تب ہی روزیٹا اچھا لگے گا۔
یہ شہر تپا کی پھوپھے سسرال کہ رنگ کس قدر
سبب ہیں۔ اللہ میں بھی لکھا تھا ان ہی کو دیتا ہے
جنہیں نہ قدر ہوتی ہے نا ضرور سمجھو "وہ بار بار ان
سوچوں کو جھٹکتی اور بار بار اسی کے بارے میں سوچتی
آخر نیند کی دوا ہی میں اتر ہی گئی۔

مندی کے روزناموں کی نسبت کہیں زیادہ رش تھا۔ اسی لیے آج بیٹھنے کا انتظام گلی میں ٹینٹ لگا کر کیا گیا تھا اور پھر آج توڑکے والوں کو بھی مندی لے کر آنا تھا تیاریاں عورتوں کی گلی کے گلزار و باغیں پک رہی تھیں اور خوشبو سب کی بھوک پر کاربہ ہو گئی۔
فروائے ارشاد کے ساتھ کامران کو یہ کھانا سب کامی
کرتے تھے۔

ساتھ رہیں۔ ابھی لڑکے والے آئیں گے تو پھلوں کی ایک تھالی فری کو ضرور دے۔ یہ بھی استقبال کرے گی۔

”جی ضرور اگر ان کی مرضی ہوگی تو۔“ وہ شاید چہرے سے سوچ بڑھ لیتا تھا۔ فرمائے توجہ! احوال بجا لڑکیوں کی جانب مبذول کر لی۔

”ارے گا! اتم اور کھڑے ہو۔ تمہارے اکل کھان ہیں؟ ذرا باہر مڑا لے میں دیکھ کر تو آؤ۔“ اسی وقت ای جلی آئیں اور کامران روانہ ہوا۔

”شعبہ اور ارشاد خود رشنا کو فون کرنا چاہ رہے ہیں۔ بے چارے محبت کے مارے نچ غلوں میں ہیں۔ انہیں کیا پتہ رشنا بیاہ کے بعد ”بڑی آدی“ ہو گئی ہے ایسی تقریبات میں جانا اور سادہ مزاج رشتہ داروں سے ملنا پسند ہی نہیں کرتی۔ اب بلوایا ہے تمہارے لبا کو۔ ان سے مشورہ کروں گی۔“

”رشنا کیا یہاں آکر کریں گی؟“ یہ کوئی ماحول ہے ان کے آنے والا۔ اس نے اپنی بیٹی کی تاک سے ڈری۔

”کیا خیر؟“ نظر آگئی ہے۔ میں اس ماحول میں خبردار جو کچھ چاہیے حال ہی میں ہے۔ کسی نے دیکھ لیا تو مجھے کتنی شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔ تم دونوں بہنیں پتہ نہیں کیسا دلیں گے کرپیدا ہوئی ہو۔

انسان کو انسان ہی نہیں سمجھتیں۔

”اچھا ایسی پس بھی کریں۔“ کچھ نہیں کہوں گی اب

میں لیکن پلیز رسم کے بعد آپ لوگ جلدی کھر جائے

کا کر لیجیے گا۔ اتنا شور ہے یہاں میرے تو سر میں درد

ہونے لگا ہے۔ اچھا ہے۔ امر بھائی نہیں آئے آج کھر

میں مزے سے بیٹھنی وی دیکھ رہے ہوں گے۔“

کچھ ہی دیر کے بعد لڑکے والے آگئے اور نئے

ہنگاموں کا آغاز ہوا ان کی طرف تو جوش بہت ہی زیادہ

تھا۔ لڑکی والے گیتوں میں مقابلہ نہیں کر رہے تھے۔

اجانک کامران میدان میں کودا اور ڈھولک سنبھال لی۔

لڑکیوں میں جیسے ایک نیا جوش نیا ولولہ پیدا ہو گیا۔

”لہیک فرما رہی تھیں وہ خاتون یہ احمق لڑکیاں

دیکھ کر آپ میں نہیں رہیں۔“ اتنا قسم دیا کہ کھڑی ہوئی اور ہا کر چپ سے کچھ لکھنے لگی۔

”الٹن تو آپ بہت اچھی لگ رہی ہیں۔“

”نہیں! ریڈی میڈ سوٹ میں ملبوس ہلو نے

کپڑے اسے مزید تیار کیا۔“

”مطلب کیا ہے تمہارا میں پہلے اچھی نہیں

تھی! آج آپ گوری گوری بھی تو لگ رہی ہیں نا۔“

”تمہارا رشنا جیسے دینے لگا۔“

”گورا رنگ کب سے خوب صورتی کی

بست ہو گیا ہو حسن سانولے رنگ میں ہے گورے

کوں۔“

”جہاں فرمایا آپ نے لیکن یہ ابھی کچھ ہے۔ حسن کی

پس اور ہار کیوں سے نکلتی نا واقف۔“ کامران کی

پس کو وہ اپنی پڑی۔“

”ارے! بڑا کٹا ہوا لگا۔ وہ پیسج کر آیا تھا اور اس

پس کے برابر کھڑا شرت کالف بند کر رہا تھا۔“

”وہ مجھے پہلے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔“

”اب اس نے جاکر لے ڈالا۔“

”ارے گا! اتم نے کپڑے تبدیل کر لیے۔“

”ساتھ دیکھیں انہو اگر اندر کچھ لپائی تھیں۔“

”اور اس کے ابھی سے چار۔“

”جلی چلے آئے۔“

”اور اس نے جان لیا۔“

”جلی جان! اب تو لڑکے والے آئے والے ہیں۔“

”استقبال کے لیے بھی تو کھڑے ہونا ہے نا۔“

”اب ٹکر نہ کریں۔“ جب کھانا کھانے کا وقت

ہو گیا پھر کپڑے بدل لوں گا۔“

”اٹھو! ارشاد بھائی خے پھر نگاہ فروا پر پڑی۔“

”فری! اوہرا کیلی کیوں بیٹھی ہو۔ سب کے

پس کر بیٹھو نا۔“

”اچھا چل رہی ہوں۔“ اس نے ٹال دیا۔

”اچھا بی اور سلسلی سے کہو ناں اسے اپنے

واقعی دنیا میں اس کی یہ درمیان میں کیا کر دینا چاہیے
 بچے اور شوہر سے گانے لگیں ہیں اور یہ اس نے اب
 تک ہر اسے پڑے نہیں پڑے ہیں۔ اور ہر کی لڑکیوں کو تو
 کر کے اب تو اہل منزے ہیں۔ اور ہر کی لڑکیوں کو تو
 اتو دیا ہی ہوا ہے اب لڑکے والیوں کو بھی متوجہ کرنا
 چاہتا ہے۔

”یہ کامران ہے۔“ کسی نے وہ صری کو بتایا۔
 ”اچھا یہ ہے واقعی جسکی سیاست تھا اور کیا پایا۔ راشدہ
 (دلسن) کا خالہ زاد ہے نا؟“

پچھلے لڑکے والوں کی طرف سے آئی ذرا بڑی عمر کی
 تین تین بیٹھی تھیں اور باتیں وہ بھی اس کی کر رہی
 تھیں۔

”قسمت والے ہوتے ہیں وہ والدین جنہیں نیک
 اور لائق اولاد ملتی ہے۔“

”یہ نہیں اب یہ نیک اور لائق اولاد ہے یا پھر اتنا
 برا کہ اسے بچے کر اس کے والدین پر ترس کھایا جاتا
 ہے۔“ اور پھر اس ارشاد پر تبصرہ نہیں ہو اور نہ بات

کچھ نہ کچھ بچے بچا لیا۔
 اب یہ بچہ بچا لیا۔ اور اس کی لڑکیاں
 ملحانی کے خیال اٹھائے چلی آ رہی تھیں۔

”یہ قسم کیا کو بھی تیار ہونا نہیں آیا کیا فضول سا
 سوٹ پہن رکھا ہے۔ یہ تو پچھلے سال فیشن میں تھا۔
 اب کون پہنتا ہے۔ یہاں سب مجھے ان کی بسن کی
 حیثیت سے ہی جانتے ہیں میرے بارے میں بھی لکھا
 کوئی اچھی رائے رکھتے ہوں گے وہی کہتے ہوں گے۔
 میں بھی قسم کیا جیسی ہی ہوں۔ تو یہ کیسے فٹنس
 کر ہر کسی سے ملتی ہیں۔ بس نہیں چلتا سب کے
 قدموں میں۔ چھ بچہ چھ چامیں۔ ہوشہ! بھلا میں کیوں
 ہونے لگی ان کی بسن۔ سب کو پتہ ہی ہے۔ ماموں زاد
 ہوں ان کی۔“

”انکارے مت چہا میں یہ گلاب جامن گوش
 فرمائیں۔“ رسم ادا کرنے کے لیے لڑکی کو لایا جا رہا تھا
 کچھ دیر کے لیے گیتوں کا سلسلہ رک گیا تھا اور وہ ایک
 پلیٹ پکڑے اس کے پاس آ گیا تھا۔

”انکارے مت چہا میں یہ گلاب جامن گوش
 فرمائیں۔“ رسم ادا کرنے کے لیے لڑکی کو لایا جا رہا تھا
 کچھ دیر کے لیے گیتوں کا سلسلہ رک گیا تھا اور وہ ایک
 پلیٹ پکڑے اس کے پاس آ گیا تھا۔

”انکارے مت چہا میں یہ گلاب جامن گوش
 فرمائیں۔“ رسم ادا کرنے کے لیے لڑکی کو لایا جا رہا تھا
 کچھ دیر کے لیے گیتوں کا سلسلہ رک گیا تھا اور وہ ایک
 پلیٹ پکڑے اس کے پاس آ گیا تھا۔

”انکارے مت چہا میں یہ گلاب جامن گوش
 فرمائیں۔“ رسم ادا کرنے کے لیے لڑکی کو لایا جا رہا تھا
 کچھ دیر کے لیے گیتوں کا سلسلہ رک گیا تھا اور وہ ایک
 پلیٹ پکڑے اس کے پاس آ گیا تھا۔

”یہ گلاب جامن گوش! کچھ بھوک میں
 رہی تھی بسٹ سے ایک اٹھائی لیا۔
 ”ایک میری طرف سے بھی لے لیں۔“
 ”کیوں نہ لے لو؟“ وہ بکری۔

”کمال ہے۔ آپ تو یوں غصہ دکھا رہی ہیں مجھے
 میں نے گلاب جامن نہیں گلاب جامن نہیں کر کے
 اسے قبول کرنے کو کہا ہے۔“

”مسٹر! بہت لڑکیاں ہیں یہاں یہ ہو یا آسانی آپ
 سے متاثر ہو سکتی ہیں۔ جائیے یہاں ناٹم ضائع مت
 کریں۔“ اس نے دھیرے سے سیکن تھیں ڈوٹی آواز
 میں کہا۔

”یعنی کہ آپ با آسانی متاثر نہیں ہوتیں۔ مشکل
 سے تو ہو جائیں گی نا!“

”وہیں نے کہا نا جائیں یہاں سے۔ مجھے کم تعلیم
 یافتہ چھپورے کو تو کچھ سے سخت لکھن ہوتی ہے۔ یہ
 تو میں صرف اپنی امی کے اعلان پر یہاں آئی ہوں۔“

”اگر آپ جیسی خوب صورت لڑکیاں پسند کا میں
 معیار بنالیں تو ہمارے ملک کے لڑکے اعلیٰ تعلیم یافتہ
 ہوتے چلے جاتے۔ ملک ترقی کرنا چاہا جائے آفرین! آفرین!
 آفرین!“ وہ سخت متاثر دکھائی دے رہا تھا اس کے
 خیالات جان کر۔ اور وہ تو ”خوب صورت لڑکیاں“ کا
 اسے دیکھ کر رہ گئی۔

”یقیناً“ اس نے طعنے کیا ہے۔ یہ سفید چمڑی واسے
 ہوتے ہی مغرور ہیں۔ بد تمیز جاٹل نے ہو وہ اب کے
 کچھ کہا تو میں قسم کیا آپ سے شکایت لگاؤں گی اس کی۔“

”اٹھ جاؤ فری! کن خیالوں میں کم ہو کھانا لگ رہا
 ہے۔“ اسی نے یقیناً پہلے آوازیں دی تھیں اب بازو
 سے پکڑ کر ہلا رہی تھیں۔

”اوہ! اتنی جلدی کھانا لگ گیا۔“
 ”جلدی۔ کیا رنج رہے ہیں۔“ اسی کو شاید وہائی
 حالت پر شبہ ہوا کہ وہ تو آٹھ بجتے ہی بھوک کا شور مچا
 دینے والوں میں سے تھی۔

”میرا مطلب ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر تو بہت
 دیر ہو جاتی ہے۔“ اس نے وضاحت کرنے کی کوشش

”میرا مطلب ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر تو بہت
 دیر ہو جاتی ہے۔“ اس نے وضاحت کرنے کی کوشش

”میرا مطلب ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر تو بہت
 دیر ہو جاتی ہے۔“ اس نے وضاحت کرنے کی کوشش

کہ باپتی تو ذرا سی ہوتی تھی۔ کیا بھلا کر
کھانا لا کر اس کے سامنے رکھ دیتیں اور اصرار کرنا
کھاتی تھیں پھر وہ سوتے کے لیے اپنے کمرے میں
آجاتی۔

ای اور شمس۔ کیا کی باتوں سے اندازہ ہوتا تھا
کامران بھی اکثر آتا رہتا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا
شہر میں رہتا ہے۔ شاید کوئی جاب وغیرہ کرتا ہو گا۔

بہت دنوں کے بعد رشنا آئی آئیں تو اس کی سس
تھیں۔ وہاب بھی ساتھ تھے۔ امی کے تو ہاتھ پاؤں
پھول گئے۔ شمس سے کہا۔

”فری کو بگاڑو۔ وہاب چائے نہیں کافی پسند کرتا ہے
اور فری اچھی کافی بنا لیتی ہے اور تم کھانے کی چیزیں
کو مزید میا لے بالکل جگے رہنا۔ وہاب کو تیر
مسالے پسند نہیں ہو رہے ہیں۔ میں آج لکڑی
زیادہ ہی سے میسر بھی لیں گے۔“

آج وہ لوگ کافی دیر بیٹھے وہاب نے کوئی خاص بات
تو نہیں کی لیکن بڑے آرام سے بیٹھے تھے۔
رکھتے رہے۔ ایک بار بھی رشنا سے جلدی چلنے کو نہیں
کہا۔ ان کی بیٹیاں بھی باپ کے پاس بیٹھی خاموشی سے
نیوی دیکھتی رہیں۔

”امی! ہم کچھ دن بسکے لیے فری کو اپنے ہاں لے رہے
ہیں۔ یہ سب سچ ہو گا تو اسے خود کو سنبھالنے میں
مدد ملے گی۔“

”لیکن میں اس کی! امی پچھا میں۔“
”اس کی کیوں اتر رہے آپ کے پاس اور آپ بیمار
ہیں یہ شمس بھی آج کل ادھر ہی ہوتی ہے۔“

”ہاں بیٹا! بہت خیال کیا اس نے ہمارا۔ یہ تو غیر
ہے لیکن ارشاد نے تو داما دھوتے ہوئے بیٹا بن کر دکھا
ہے۔“

ای کی آواز دھیمی تھی لیکن اس بات پر رشنا اور فری
نے ایک ساتھ ہی وہاب کی طرف دیکھا۔ شکر ہے کہ
لڑکی میں ہی مگن تھا۔

”اب ہمیں پھر ڈر ہو۔ کے لیے چلے گئے فری۔“
”وہ بھی رہنے لگی۔ کامران نے آخر کو گلے لگا کر
تسلیمی۔ اور ارشاد بھائی اسے اندر لے آئے۔

”اس فری جو سلیپ کر۔“ رشنا آئی خود کو سنبھالتے
ہوئے اسے تسلی دی تھی۔
”یہ کیسے ہوا؟ کب ہوا؟ کسی نے مجھے اطلاع نہیں
دی۔“

”اب کو اچانک دل کی تکلیف ہوئی تھی جس رو دم
میں تھیں اس سے اگلے روز انہیں اسپتال داخل
کر دیا گیا تھا۔ ہمارا خیال تھا وہ ٹھیک ہو رہے ہیں لیکن
اللہ کو کہہ اور ہی منظور تھا۔ آج صبح ہی وہ اچانک ہمیں
پھونک کر چلے گئے۔“ رشنا کی آواز بھرا گئی۔

”اب کیا ہو گا؟ اب کے بغیر ہم کیسے رہیں گے۔ امی تو
اس کی رہ گئی ہیں اور میں میں تو تھم ہو گئی۔“ خاموشی
تھی لیکن ذہن مسلسل چل رہا تھا۔

آنے والے دن بہت ٹھن ہو جاتے ہو شمس۔ کیا
میں ٹھہر جاتیں۔ اسے پہلی بار ان کی آمدبری نہیں
گئی۔ وہ غار گھر سنبھالتیں۔ اسے اور ای کو وقت
کھانا دینا اور سب سے بڑھ کر ای کی سیر ہو کر

کرتیں۔ شام کو ارشاد بھائی بھی آجاتے تھے ان کے
ہاتھ میں گرم چھوٹیوں کا لفافہ ہوتا تو کبھی فرانی فٹ لے
آتے ان کے تپوں پہچان کر کٹ نہیں کھاتے تھے۔

انہیں پتہ تھا نالی اور خالہ آوازیں ہیں۔ اور انہیں شور
اچھا نہیں لگتا جو کمرہ انہیں رہنے کو دیا گیا تھا۔ وہ زیادہ تر
اسی میں رہتے یا پھر کچھ دیر کے لیے گلی میں کھل جاتے۔

پہلے چار روز تو رشنا بھی یہاں رہی۔ ایک ہفتے تک
دن میں ایک دو گھنٹے کے لیے پھر لگاتی لیکن اب کافی
دنوں سے صرف فون پر ہی پوچھ رہی تھی۔ ارشاد بھائی
نے اسے صرف ایک ہفتہ ہی کلج سے پھنسی کرنے دی
تھی۔ اب وہ باقاعدہ کلج جا رہی تھی۔ مگر وہاں جا کر بھی
دل نہیں لگتا تھا۔ وہ اداس کبھی لاہوری کی میٹھیوں
میں آتی تھی تو کبھی اشاف روم کے پیچھے بنے لان میں
پناہ دیتی۔

نے رات ہی رات اس ہائی۔ لیکن وہ اس کیسے
 پاس پہنچے۔ لیکن یہی۔
 رات کے ہیں ایسا کے ساتھ توبہ آئی ہوتی تھی اس
 کمر کی کوئی بات اس کے لیے تھی کہیں نہیں
 ہوا وہ رات کے لیے یہاں رہنا بہت مشکل تک رہا تھا۔
 کمرہ اس کے لیے کیا وہ اس کے لیے نہ کمرے کے لیے وہ کمرہ
 اور جنوب صورت تھا پھر اس وقت رات کے
 ساز سے کمرہ ہو رہے تھے۔ یہی تھی آری تھی
 پہنچتی ہوئی۔

اہل معجزہ۔ خیر نفس۔ شائے شائے کی پہلی
 ہی اعلان کر دیا۔
 "ہمیں میں پارک لے کر جاؤں گی۔
 یہ خوش سے نام لیا ہے میں شائے شائے کی
 سے اگلی بار کوں ہو۔
 کہہ دوں گی۔ ہر ہم شائے شائے کی
 کہتا ہے کہ

Urdu Ph

میں ہوں! ایک مینز سیکس۔ پتہ ہے جس
 کے ساتھ ملائے لئے ہے وہاں میں اصرار
 ہے۔ اگر کسی طور طریقے ہوں گے تو ہر طرح سے
 کی۔ نہ لگے وہ کر۔ یہاں میں کر رہی ہوں جسے اس
 ہوں کہ کمال ہوں کہ کمال ہوں۔ یہ ہے۔ یہ
 مجھے آپ کی شاندار میں آنے کا وہی شوق ہے

”تو کیا یہ سب ہمیں ہی دکھائیں گی آپ؟“
 ”کچھ عجیب سا لگا۔“

”ہاں ہاں دیکھنا وہ آتے ہی پوچھیں گے۔ کیا کیا
 شاپنگ کی ہے آج؟“

”اچھا اتنا انٹرسٹ لیتے ہیں۔ دیکھنے میں تو انتہائی کم گو
 اور دو اور دو چار کرنے والے بچے بزنس میں لگتے

ہیں۔“
 ”آج کل صرف دو اور دو چار کر کے بزنس نہیں چلا
 سرتا۔ بزنس کے کچھ اور ڈھنگ ہیں اور جوان پر عمل

نہیں کرتا، بچے وہ جانتا ہے۔ میں نے اور وہ اب بے یہ
 سب کچھ بہت محنت اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی عقل

اور خوب صورتی کو استعمال میں لا کر بنایا ہے۔“
 ”آپ اب بھی بزنس کرتی ہیں؟“ وہ حیران ہوئی۔
 ”ہاں ہاں میں وہاں تک پوری طرح ساتھ دیتی ہوں۔“

”آپ بزنس بھی جانتی ہیں؟“ اسے بھلائی حیرت ہوئی
 وہاں رشنا اپنی پردھنگ بھی آیا۔

”خیر ہوتے بڑے تو جانتی سکتی ہوں۔“
 ”آپ بہت طویل فہم ہیں۔“

”قسمت بنانا یا بگاڑنا ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے۔“
 اب دیکھ لو، اپا نے تو میری شادی ایک ملے جلی

میں کی تھی۔ وہ اب ایک پانی میں چاب ہی کرتے تھے
 ٹا۔ لیکن انہوں نے مجھ سے کہا کہ تیری پھر اور ترقی

کرتے چلے جانا میری آرزو ہے۔ میں نے کہا جو آپ
 کی آرزو وہ میری آرزو بس پھر وہاں ان کا پالا نکال ان کی

اور محنت ساتھ میں میری بھی شامل ہوتی چلی گئی۔“
 ”ایسا لالک پارنر ہر کسی کو نہیں ملتا ہاں رشنا آئی!

اب ہمارا شادی بھائی اور شہسہ آیا کو دیکھ لیں۔“
 ”پھوڑ کوئی اور بات کرو یہ تمہیں کی مثال دینے ہیں۔“

”اور کس کی بات کروں۔ میری انیس سالہ زندگی تو
 بس گھر کی چار دیواری یا پھر اسکول اور کالج تک ہی محدود

ہے۔“
 ”یہ تناؤ امر کی سسرال کیسی ہے؟ میں تو زیادہ ان

دھڑ میں چار روز کے لیے ہی تو آئی ہوں پھر اپنی
 دکانیں چلی گاؤں کی۔ میں نا ایک گاؤں ہوں

میں چھوٹے لیے اور سچ کا نہیں لہل کا ہوں ہوتا
 ہاں یاد آیا انار کا ہوں بھی سستا اچھا لگتا ہے۔“

”تو رشنا مسکرائی۔“
 ”میرے دوستوں کے ساتھ میں سب ملے گا۔“

”تو ان کو کہہ دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے؟“
 ”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“

”اور وہ اچھا بس میں نے فہم کر لیا ہے۔“
 ”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“

”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“
 ”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“

”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“
 ”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“

”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“
 ”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“

”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“
 ”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“

”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“
 ”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“

”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“
 ”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“

”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“
 ”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“

”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“
 ”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“

”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“
 ”اب دوست کر دے کہ وہ بھی آئیں کیا ہو سکتا ہے۔“

لوگوں سے ملی نہیں ہوں۔ اصل میں وہ اب علی گڑھ ہے
 کہ امر جی کا رشتہ اپنے ملنے والوں میں کریں کسی
 نے ان کی رائے کو اہمیت ہی نہیں دی۔
 ”امری بھائی ٹوٹاں ہیں۔ بھائی ٹوٹے اکثر ان سے فون
 پر تو رابطہ رکھتی ہی ہیں۔ سننے میں آیا ہے یہ دونوں باہر
 ملنے ہی ہیں۔“
 ”تو یہ ٹوٹے صورت تو نہیں ہے۔“ رشما نے منہ

بٹایا۔
 ”امری بھائی کو تو سب کل سارے زمانے میں ایک ہی
 جانتے ہو کہ کسالی دیتا ہے۔“ فردا اپنے گلی۔

رات کو در سے وہ اب کھڑا ہوا آئے یہ تاں فردا
 کے سونے کا ہوتا تھا لیکن آج رشما کے کھانے میں
 دیا۔
 ”وہ اب آج بھی بھرل کر کافی پیتے ہیں۔“ اسے نہ

کافی پینے کا شوق تھا۔ نہ وہ اب بھائی سے ملاقات کی چاہ۔
 لیکن ہر بار رشما سے ٹکرا کر ناہمی مناسب نہیں
 تھا۔
 وہ اب کھانا کھا کر آئے تھے۔ ان کے آتے ہی رشما

نے آج کی کئی تمام شانگ نکال لی اور ایک ایک چتر
 انہیں دکھانے لگی۔
 ”کل ڈانر کے لیے فردا کا یہ لباس ٹھیک رہے گا۔“

انہوں نے نیلے رنگ کا سوٹ اٹھا کر غور دیکھنے کے بعد
 رائے دی تھی۔ رشما نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
 ”اور اس کے ساتھ تم اپنا پریل کاسیٹ اسے دے
 دینا یہ جو تم بیوہ لری کے کر آئی ہو کل کے لیے ان میں

سے کوئی بھی مناسب نہیں۔“
 ”دیکھیے میں نے اس کے بالوں کا اسٹائل اور کلر بھی
 پیسج کروا دیا ہے ٹھیک لگ رہی ہے نا؟“ اور اب وہ اب

کی بہت گہری نظر اس کے چہرے پر تھی بغور جائزہ لینے
 کے بعد اوکے کر دیا تو رشما مسکرا دی۔
 ”آئی! میں یہ لباس نہیں پہنوں گی۔ پتہ ہے نا جب
 آپ نے خرید ا تھا میں نے تب بھی اس پر اعتراض کیا

تھا۔ وہ نہیں کون سا وہابیات کیڑا استعمال کیا ہے
 سے ٹھیک جانا ہے اور پھر اسے ایک ہی اتنی فیشنل کی
 ہے کوئی شریک لڑکی بھلا اسے پہن سکتی ہے۔“

”زیادہ ہڈ پائی ہوئے کی ضرورت نہیں یہ کوئی گھر
 نظر ملے گا اس والوں کا کلی محلہ نہیں ہے یہاں سب
 لڑکیاں اور عورتیں جدید فیشن کے مطابق پہنتی ہیں

اور کوئی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں نہیں دیکھتا۔
 منڈب لوگوں کی دیا ہے اور میں تمہیں اسی دنیا کا پاس
 مانا چاہتی ہوں۔ میں نکالنا چاہتی ہوں تمہیں اس

کھانے کے ماحول سے اب تم وطن اہل کی اس باری میں
 ہی کتنے ہاتھ تمہاری جانب بڑھیں گے۔ تمہارے
 تمہارے طلب کار ہو جائیں گے اپنی قدر پہچانو فری!

یہی وقت ہے تمہارے پاس ہاتھ سے کل کیا تو پھر ہاتھ
 ملتی ہو جائو گی۔“
 ”کچھ بھی ہو جائے میں یہ کپڑے نہیں پہن سکتی۔“

پنکھ والا پس لوں گی۔
 ”وہ تو بہت لائٹ کلر ہے رکھو میں اچھا نہیں گے
 گا۔ تمہو میں وہ اب کو بتا کر آئی ہوں۔“

”اچھاں بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ پہننا میں نے
 میری مرضی ہو گی یا نہ ہو گی۔“
 لیکن رشما ان سنی کر کے اسے کی جانب بڑھ

گئی۔ پندرہ منٹ کے بعد اس کی واپسی ہوئی تو بہت
 سنجیدہ ہو رہی تھی۔
 ”وہ اب کو تمہاری ضد اچھی نہیں لگی۔ پھر بھی“

کہہ رہے ہیں کہ اسے کھو اور نہ والا پس لے۔
 ”ایک بات تو بتائیں۔ یہ وہ اب بھائی کیا کسی زمانے
 میں درزی رہے ہیں؟ خواتین کے کپڑے سلائی کرتے

رہے ہیں؟“
 ”کیونست سمیٹو یہ سب اور یاد رکھو وہ اب کو بحث
 بالکل پسند نہیں۔“
 ”یہ آپ مجھے کیوں بتا رہی ہیں؟“ وہ چڑھ کر بولی۔

آکر وہاں بھاہی ہی برابر میں ملنے نہ گئے ہوتے وہ اللہ
سجھاگ جاتی۔

”فروا کوئی عام لڑکی نہیں ہے۔ اس کے ہر آپ
کے آہستہ آہستہ گھٹیں گے۔“ وہاں کیسی عجیب سی
تعریف کر رہے تھے۔

”ہم تو ابھی سے متاثرین میں شامل ہو چکے ہیں
منوہاں! آپ نے اب تک کہاں چھپا رکھا تھا۔“
”بہت سوڑی ہے ہر کسی سے اور ہر وقت ملنا لینا
تھوڑا کرتی ہے۔ آپ کا تو بہت اکر گیا تھا میں نے اور
جب یہ چلا کہ آج آپ بھی شریک ہوں گے تو میں یہاں
نہیں گیا فری سے۔“ کہنے لگی میں بھی ضرور شرکت
کروں گی۔“

اور رائل ہاؤس کی جگہ گنگنا تے ماحول میں جب
ملک نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا تو وہ پھر بیٹھی نہ رہ
سکی۔ ایک منٹ کے سے ہاتھ کھینچا لیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

”ابھی بہت جگ ہے یہ سب اس کے لیے نیا ہے۔
وہاں وضاحت کی۔ وہ رشنا کے پاس پہنچی آئی۔
”آئی اے! میں جانا چاہتی ہوں۔“ اس کے لیے
میں سختی اور آنکھوں میں آنسو تھے۔

”ابھی سے کیا ہوا کسی نے موڑ دیا ہے کیا؟
وحیدان سے ملو مانی لٹل کے طرف۔“

رشنا نے قریب کھڑے ایک جگ اور اسماٹ
لڑکے سے تعارف کروایا جس نے بحث ہاتھ آگے
بڑھا دیا لیکن وہ نظر انداز کر کے کچھ دور جا کر بیٹھ گئی۔

”یہ کیا حرکت ہے؟“ کچھ دور کے بعد رشنا اس کے
قریب آئی اور جیسی آواز میں غلطی سے پوچھنے لگی۔
”آپ کے ملنے والوں میں اخلاق اور مینز کی شدید

کمی ہے رشنا آئی!“
”تمہیں کیا پتہ مینور کہتے کسے ہیں؟ تمہیں جس

ماحول سے آئی ہو وہاں خود ساختہ اصولوں اور روایتوں
کی گھڑن ہے۔ کیا تمہیں اچھا نہیں لگتا کہ تم اپنی پسند
ناپسند کے بارے میں آزاد ہو کر جیو ہو چاہو پس ہاتھ
پر حاکم اور حاصل کرلو۔“

”کچھ کر رہی گی۔“

اور اس بات میں شرکت کر کے اسے اندازہ ہوا کہ
وہ جس طرح وہی دیواروں میں دھکتی تھی وہ
کون سی نہیں تھا۔ حقیقت اس سے کہیں آگے ہے
وہ بھی خاصا اچھا لڑکا تھا لیکن ایسا کہ جیسے ابھی
میں لگی ہیں نئی نئی جوانی کی ترنگ ہے
میں نے اسی کے نا کبھی میں آپ سے باہر ہو

”یہ لڑکی بری لگ رہی ہیں یہ سب اور رشنا آئی۔
”یہ لڑکی تو ساڑھی ہے لیکن اس کا بلاؤز“ الف توبہ۔“
وہ تو دیکھ کر شرمائی تھی اور رشنا اپنے حراؤں کی
پودگی میں کہنے اعتماد سے یہی کہنے ہوئے کھوم رہی
”یہ وہاں بھالی کو بھی غیرت نہیں آتی۔“

”ارے فری جانو! آؤ ناں اوھر کیوں کھڑی ہو۔ آؤ
نہیں ملک جہاں لیر کے ملو آؤں۔ جن کے تھے سن سن
کے ملنے کو بے چین رہی ہیں۔“
وہاں نے کس بے تکلفی سے اس کے شانے پر
ہاتھ رکھا تھا اور کیا باتیں کر رہے تھے۔ وہ پٹائی مٹی۔
وہ وہ پلاہتی مسکراتے ہوئے کھینچتی ٹیٹھی نظروں سے
دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے زہر لگ چکی تھیں یہ
ظہیرا سے۔

”یہ ملک صاحب ہیں وہی جن کے ہارے میں میں
نے بنایا تھا بڑی متاثر کن شخصیت کے مالک ہیں۔
انہی تو ایسی پیاری کرتے ہیں کہ سننے والا گویا مسکورا ہو
کر رہ جاتا ہے۔“

پھر اسے ملک صاحب کی برابر والی جیسے دھکیل دیا

”اس نے کبہرا کر رشنا آئی کی تلاش میں ابھر اور
وہاں تو وہ یہاں سے خاصے فاصلے پر کچھ لوگوں کو کہانی
دہی دکھائی دے گی۔“
اوھر یہ پلاہتی اب کھلم کھلا اسے سراہ رہے تھے اور

اجالک خیال آیا۔

”اسے اتنا دیر جاننے کی عادت کہاں ہے اور کب تک یہی بہت سی ہے۔“ جواب رشنا کی جانب سے آیا۔

”عادت تو ڈالنا پڑے گی۔“ ہے فری! ہم تمہیں اسی سوسائٹی کا حصہ بنانا چاہتے ہیں۔ تمہاری زندگی بدلنا چاہتے ہیں۔“ اس نے تب بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر کچھ پاؤں پر رشنا سے بولے۔
”کل تمہیں ساغر صاحب کے دفتر میں شہرکت کرنا ہے۔ یاد ہے نا۔ پوری تیاری سے جانا۔ ایک چکر مچ پار کا کالو۔ تین بچوں کے بعد اب تم میں وہ پہلے والی بات بھی نہیں رہی بلکہ میرا تو مشورہ ہے تم فری کو بھی ساتھ لے جاؤ۔“

”نہیں نہیں میں کہیں نہیں جاؤں گی؟“ اسے جیسے کرنا لگا تھا۔

”ایک تو تم ناں ناں بہت بھولتی ہو۔ رشنا! اسے کسی نے بڑوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں سکھائی۔“

وہاب کالج ایک دیر کے بعد لاٹھیاں سپاٹ اور پتھر پھینک کر وہ توجہ ہوئی ہی رشنا بھی ایک لفظ نہیں بول سکی۔

پچھ دیر کے بعد اس سکوت کو وہاب نے ہی توڑا۔
”ساغر صاحب بہت اچھے انسان ہیں۔ کل ڈنر کی سی میں ہے۔ اسی پہانے تمہاری سی بھی دیکھ لو گی۔“

وہ خاموش رہی رشنا بھی کچھ نہیں بولی۔

اس رات بہت لیٹ گھر آنے کے باوجود وہ سو نہیں سکی۔ محض اسے جسم ٹوٹ رہا تھا لیکن آنکھوں سے نیند

کو سوں دور تھی۔ وہ دروازہ لاک کرنے کے باوجود خود کو غیر محفوظ خیال کر رہی تھی۔ رات کی مخصوص آہٹیں

ذرا ہوا بھی تیز چلتی تو شور کا احساس ہوتا اور آج یہ احساس ذرا رہا تھا۔ یوں لگتا کوئی دبے قدموں سے آیا

ہے اور آکر اس کے دروازے پر ٹھہر گیا ہے دوبارگی میں آئی کہ ای کو فون کرے مگر رک جاتی۔

”اس وقت ای کو فون کروں گی وہ بہت پریشان ہوں گی۔ یہ تو ملے ہے مجھے صبح ہوتے ہی یہاں سے چلے

”یہ آپ کے شو ہر گز مجھے کہنے کہنے لوگوں کے پاس بھاری ہے۔“ اس نے ملک کے بارے میں بتایا۔
”ارے تم اس کا ہاتھ بھٹک آئی ہو؟“ وہ بے وقوف اصرار لڑی! رشنا سخت پریشان، کھالی دھنسنے لگی ہاتھ دیر کے لیے تو اس سے بولا ہی نہیں کیا اب بولی تو کوالی صد سے کاڑھ تھا۔

”ہائی ہو۔ آج کی پارٹی صرف اسی کے اعزاز میں دی گئی ہے۔ ابھی وہاب کا پرنس ابتدائی مراحل میں ہے۔ ہمیں آگے بڑھنے کے لیے بھی بہت کچھ کرنا ہے۔

اور یہ ملک ہمارے لیے کیا کیا آسانیاں پیدا کر سکتا ہے تم سوچ بھی نہیں سکتیں اور تم ہاتھ بھٹک کر آئی ہو اس کا۔ اب وہاب تو مجھے شوٹ کر دیں گے۔ چلو اٹھو

جلدی اٹھو میری خاطر پلیز میری خاطر تم اس کے پاس جینمو۔ اس سے باتیں کرو اس سے ملو اور باتیں کرو

لو گی تو تمہارا کیا ہر جاگے گا۔ پلیز میری خاطر اپنی اکلوتی بہن کی خاطر تم جاننا نہیں اگر ملک خفا ہو کر گیا تو وہاب میرا کیا مشرک کریں گے۔“

رشنا اس قدر خوفزدہ تھی کہ فورا اٹھ کر سکی۔ نہ

چاہتے ہوئے ہی اس کے ساتھ ساتھ چلی آئی ایک بار پھر وہ ملک کے ساتھ اس کی ٹیبل پر تھی۔ رشنا ساتھ

تھی اور اس کی جانب سے غلط رویے کی معذرت کر رہی تھی۔

اور جب ملک کا موڈ بحال ہوا تو رشنا کی جان میں جان آئی۔ انہوں نے کھانا بھی ملک کے ساتھ اسی

ٹیبل پر کھایا۔ فورا کو ہر چیز پھینکی بالکل بے ذائقہ لگتی رہی۔ وہاب بھی پار پار ان ہی کے آس پاس منڈلاتے

رہے۔

جس وقت وہ گھر لوٹے خاصی رات گزر چکی تھی۔ ملک نے صرف دو روز کے بعد انہیں اپنے ہاں انوائٹ

کیا تھا اور وہاب کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ واپسی پر وہ بہت خوش تھے۔ رشنا ان کی باتوں پر مسکرا

رہی تھی جبکہ وہ بالکل خاموش کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

”کیا بات ہے تم کچھ بول نہیں رہی فری؟“ وہاب کو

آئی اور ان کے مہاں صاحب روہیں کے تو
 لیکن مجھے بھی اپنے ارادے میں اٹل رہنا ہے۔
 وہاب صاحب اونٹے کون ہیں مجھے کچھ علم چلانے
 والے۔ میں یہاں اپنی مرضی سے آئی تھی اور اپنی
 مرضی سے کل ضروری ہلاوس کی۔ صبح امر بھائی کو فون
 کر دیا کی بس اگر مجھے لے جائیں۔
 صبح اٹتے پر اس کے لیے دو مرتبہ پیغام آیا وہ وہاب
 صاحب سے بڑی رہی پھر رشتا خود چلی آئی۔
 اب انہوں نے فری! یہ کیا پھینکا ہے۔ یہ ہے وہاب بھی
 طاہر ہے۔ انہوں نے تم سے کوئی ضروری بات
 راضی اور تم ابھی تک نہیں پر نہیں آئیں۔ لیٹ ہو
 رہے ہیں وہ تمہاری وجہ سے۔

میں نے ناشتا نہیں کرنا۔ آپ جائیں یہاں
 ہے۔
 "ایسے مت کرو فری! یہ تم بھی وہاب کے موڈ
 کو نہیں جانتیں۔" رشتہ ختم ہونے سے کہنا۔
 "مجھے جانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ وہ آپ
 کے شوہر ہیں۔ آپ دیکھتی رہیں ان کے کرگٹ کی
 سن دے گئے موڈ کو کبھی یاد رکھیں۔" اس کی

عاسی اور فری تھی۔
 "وہاب فری! تم بھی بچی ہو۔ زمانے کے چلن کو
 نہیں جانتیں۔ امی سے کچھ بھی فون پر جب بھی بات
 ہوتی ہے۔ وہ امر کے غیر ذمہ دارانہ رویے کی شکایت
 کرتی ہیں اور بتاتی ہیں آج کل اسے ٹوپے کے علاوہ کچھ
 نہیں سوچ رہا۔ وہ دونوں اکثر گھر بھی باہر کرتے ہیں اور
 پاتے ابھی خاصی قیمت کے تحائف بھی دیتا رہتا ہے۔
 اب کے بعد امر ہی گھر کا مرد ہے اور گھر اسی کی کمانی پر
 ملتا ہے لیکن اسے اب امی اور تم بوجھ کی طرح لگنے
 لگی ہو حالانکہ ابھی ٹوبہ بی بی نے اس گھر میں اپنا قدم
 رکھا بھی نہیں ہے۔ تم سوچ سکتی ہو بعد میں کیا
 صورتحال ہو گی؟ وہاب کو خفا کرنا کسی طرح بھی
 تمہارے مفاد میں نہیں ہے اور پھر فری اس میں برا بھی
 کیا ہے۔ میں تو دل سے چاہتی ہوں تمہاری شادی کسی
 ل اور کسی بزنس میں سے ہو جائے اور تمہارے حلقہ

وہاب میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے۔
 فردا آتے اس کی بات سن ہی نہیں رہی تھی۔ وہ
 صرف امر کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ وہ بہت اذیت دے
 کبھی بھی نہیں رہا تھا پھر جب رشتہ طے ہوا تو بوجھ کی
 طرف اس کے بہت پتھر لگنے لگے تھے۔ وہاب کا سایہ
 ان کے سر پر تھا امر ہو بھی کر رہا تھا ان کے لیے
 تشویشناک نہ تھا لیکن اب کے بعد اب وہ لوگ امر کی
 جانب دیکھ رہی تھیں اب وہی گھر کا سربراہ تھا۔ اسے
 تمام رشتوں کو بھانا تھا لیکن وہ اپنے فرائض بھول رہا
 تھا۔

"رشنا! تم نے فردا کو بتایا نہیں۔ مجھے اس سے کچھ
 بات کرنا ہے۔" وہ بغیر دوپٹے کے بستر نیم دراز میں
 جب وہاب بنا کسی آہٹ کے کمرے میں چلے آیا وہ
 ایک دم سے بیدار ہو گئی اور سر ہاتھ پیرا دوپٹہ اٹھا
 کر شانوں پر پھیلائے کھلی دیکھ رشنا بالکل خاموش تھی۔

"فری! شام کو آرام سے تیار ہو جانا پھر رشنا کو ٹھک
 نہیں کرنا۔"
 وہاب بھائی اپنی طرف دیکھ آیا تھا۔ انہوں نے امر
 بھائی کو سچ دیا ہے مجھے لینے کے لیے۔ وہ اپنے فحش
 جانے سے پہلے مجھے گھر بار پر کر جائیں گے۔" اس

نے بڑی جھجک سے جھوٹ بولا۔
 "تمہیں گناہ تھا نا۔ ابھی چار روز تمہیں ادھر ہی رہنا
 ہے۔ میں تم کو معاف کر دو امر کو۔"
 "نہیں میں اپنی امی کا حکم نہیں ٹال سکتی۔ میں
 بھائی کے ساتھ جا رہی ہوں۔"

"فردا اب ہم جو کچھ کر رہے ہیں تمہارے بھلے کے
 لیے کر رہے ہیں پتہ نہیں تم کیوں نہیں سمجھ رہیں۔"
 ان کا لہجہ اچانک ہی بدل گیا۔ اب وہ اس کے لیے
 بڑے فکر مند دکھائی دے رہے تھے۔

"مجھے رشنا آپ نے سب بتا دیا ہے اور میں سمجھ بھی
 گئی ہوں لیکن فی الحال میں مزید رک نہیں سکتی۔
 شہرہ آپ اپنے گھر جا رہی ہیں۔ امی بالکل اکیلی ہو جائیں
 گی۔" اس نے ایک اور جھوٹ بولا۔

”اچھا رشنا نے کہا ہے۔“ انہوں نے ٹوہکار
 لیے میں دہراتے ہوئے رشنا کی جانب دیکھا اور اب
 تک خاموش کھڑی رشنا مسکراتے لگی۔
 وہ اب یہ کہہ کر کہ ”ہلد آہانا بلکہ میں خود چند دنوں
 تک تمہیں لینے کے لیے تمہارے گھر آ جاؤں گا“
 افسر چلے گئے۔

”کب تک آرہا ہے احمر میں اس کے لیے بھی ناشتا
 بنوا رہی ہوں۔“ رشنا بھی کہتے ہوئے چلی گئی تب اس
 نے بیل اٹھایا۔ گھر کا نمبر ملا کر احمر کو بیچنے کے لیے اسی
 سے گولا۔

”احمر تو اپنے کسی دوست کی شادی میں شرکت کے
 لیے کل رات سی ڈی بی خان گیا ہے۔“

”اوہ ای! میرا آنا بہت ضروری ہے کہہ کریں نہیں
 تو میں اسلی ہی آ جاؤں گی۔“

”نہیں نہیں۔ ایسی تعلقات مت کرنا۔ رشنا سے
 کہو تمہیں پھول جاتے۔ وہ بہت مصروف ہیں ابھی
 ابھی گھر سے نکلی ہیں پلیز ای! کہہ کریں۔“ وہ رد ہاںی
 ہو رہی تھی۔

”اچھا احمر! میں اب اس کی بات سن کر کہہ چکی ہوں
 منٹ کے بعد خود کال کرنی ہوں۔“ پھر منٹ کے

بعد اسی نے بتایا۔ ”شمر کو ساری بات بتائی تو اس نے
 ارشاد کو دوکان پر فون کیا تھا۔ وہ تمہیں لینے آرہا ہے۔“

میںادیر نہ لگانا۔ اس کا نیا نیا گاڑا ہے۔ اللہ بڑکت
 دیے رکھے۔ گاڑکی کے وقت وہ دوکان چھوڑ کر تمہیں

لینے آرہا ہے۔ اللہ اجر دے اسے اور شمر کو۔“
 آج اسے ارشاد بھائی کی آمد بری نہیں لگی۔ وہ

جلدی سے بستر سے اٹھی۔ سلمان تو کچھ خاص لائی نہیں
 تھی اس نے فیصلہ کیا۔ وہ رشنا کے ادوائے تحائف میں

سے کچھ نہیں لے کر جائے گی۔
 منہ ہاتھ دھو کر بالوں میں برش کرنے کے بعد وہ بے

چینی سے ارشاد بھائی کا انتظار کرنے لگی۔
 ”تم ناشتا شروع تو کرو۔ احمر آتا ہی ہو گا۔“ رشنا

ایک بار پھر اس کے کمرے میں آئی۔
 ”احمر بھائی نہیں مجھے ارشاد بھائی لینے آرہے ہیں۔“

”ایسا؟ لیکن تم نے تو احمر کا نام لیا تھا۔“

”وہ شمر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔“

”لیکن ابھی کچھ دیر پہلے تم نے خود کہا تھا کہ اسی نے

فون پر بتایا ہے۔ یہ احمر کو لینے بھیج رہی ہیں۔“

”لیکن اس کی تھی میں نے۔“

”فرو! تم نے جھوٹ بولا۔ تم نے خود ارشاد کو بلوایا۔“

تکلی چلاک ہو گئی ہو تم۔ اب تم سواؤ کی مجھے کیسی

بسن ہو تم ہمارے لیے ذرا سا کام نہیں کر سکتیں۔“ وہ

اوریجی آواز میں بول رہی تھیں۔ اس نے کوئی جواب

نہیں دیا اور بیگ اٹھا کر لاؤنج میں آ گئی۔

رشنا بیڑیا آتی رہی۔ اس نے دوبارہ فروا سے ناشتے کو

بھی نہیں پوچھا اور نہ اس نے کہا۔ ارشاد بھائی کے

آتے ہی وہ ان کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ یہاں سے نکلتے

ہوئے قید سے رہائی لینے کا سا احساس ہو رہا تھا۔

”رشنا کے ہاں دن کو اچھے گزرے۔ تمہارا تو خوب

دل لگا ہو گا۔“ راستے میں ارشاد بھائی کہہ رہے تھے۔

”نہیں بالکل نہیں مجھے اپنا گھریلو کاروبار۔ میں اب

بھی دوبارہ یہاں نہیں آؤں گی۔“ انہوں نے صاف بتا

دیا۔

انہوں نے دل نہ تلنے کی وجہ نہیں پوچھی پھر

خاموشی اسے گھر کے گیٹ پر اتار دیا۔ انہوں نے کیسی

والے کو بھی فارغ کر دیا اور خود وہاں سے پیدل اسٹاپ

کی طرف چلے گئے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی وہ اسی کو

پکارنے لگی۔ جو نہی وہ نظر آئیں وہ بھاگ کر ان سے

پٹ گئی۔

اس کی آواز سن کر پکن میں کام کرتی شمر۔ چپا بھی

باہر آ گئیں۔

”ہائے پاپا! سخت بھوک لگی ہے۔ اچھا سا ناشتا بنا

دیں۔“

”ابھی لو کڑیا!“ وہ اسی محبت سے بولیں جو ہمیشہ سے

ان کے دل میں فروا کے لیے تھی۔

انہا بیگ رکھنے کمرے میں آئی اور تب اس نے

سوچا۔ کیا وہ اسی کو سب بتا دے۔

”سوچا۔ کیا وہ اسی کو سب بتا دے۔“

”سوچا۔ کیا وہ اسی کو سب بتا دے۔“

میں ایسی کتنی کنوڑ ہو رہی ہیں۔ یہ سب
 بڑا دکھ ہو گا انیس۔ اب ہمیں انہی رشتوں کی
 ذمہ داری ہے اور جب انہیں ہاتھ ملے گا تو پھر
 یہ سب ہی بتایا جائے گا۔ ایک گری سانس بھرتے
 آئی۔

شہرہ ناشتا لے آئیں۔
 ناشتا نہیں کریں گی کیا؟
 میں فری! ہم سب ناشتا کر چکے ہیں تم آئی ہو
 اب میں بھی اپنا بکھرا سلان سمیٹ لوں۔
 تم نے کمر چلی جاؤں گی۔
 جلدی کیا؟ اسے گھبراہٹ ہونے لگی۔
 جلدی کہاں؟ لیکن مجھے احساس ہے تمہاری اور
 جلدی کا۔ میں آتی رہوں گی۔ تم فکرنہ کرنا۔
 الی "وہ پنے سے اپنی آنکھیں خشک کرنے

اب دو تین ماہ تک امیر کی شادی کی تاریخ رکھ
 دیا وہ صوم و حرم کے پتے نہ سہی سادگی سے ہی
 اس گھر میں لے آئیں۔ ایک نئے فرد کی آمد
 ہو جائے گی۔ یہاں ہٹ جائے گا سب کا۔

تم ٹھیک کہہ رہی ہو میں تو عدت میں
 تم ارشاد اور فروا کتنی سوز چلے جانا ثوبیہ کی
 اس کے والدین سے بات کر لیتا۔
 پھر شاہ اور اس کے میاں کو بھی کہلا بھیجیں۔
 نے دیں کیا! وہ بڑے مصروف لوگ ہیں۔
 سے کام ہیں انہیں۔ اس چھوٹے سے کام کے
 دل وقت نکال پائیں گے۔ اس کا لہجہ تلخ ہو

ہے ہاں کل دل نہیں لگا رہنا کے ہاں جب ہی
 رہی ہو۔" شہرہ نے مسکرا کر کہا تو اس نے
 سر ہلادیا۔

ایک ہے پھر امیر آئے تو آپ بوجھ لیجے گا اس
 آئی تو باتیں کرتا ہے فون پر ٹوسہ سے ہو سکتا
 لوں کے ذہن میں بھی شادی کے لیے کوئی

ہاں بوجھ لوں گی۔" ای نے دھیرے سے کہا۔
 اور پھر شہرہ کی ہر سٹو خاموشی چھا گئی۔
 میں کلج چلی چلا کروں گی تو ای یہ ٹائم کیسے
 گزاریں گی۔ اسے فکر ہونے لگی۔

"کیا سوچ رہی ہو فری! ادھر آؤ میرے پاس آکر
 بیٹھو۔" ای کے بلانے پر وہ چپ چاپ ان کے قریب
 چلی آئی اور سران کے گھٹنوں پر رکھ کر پیچے کا پیٹ پ
 بیٹھ گئی۔

"ہم کتنے اکیلے کتنے بے آسرا ہو گئے ہیں نا ای۔"
 آنسو ٹپ ٹپ کرنے لگے۔

"ایسے نہیں بولتے اللہ میرے امیر کو سلامت
 رکھے اور پھر شہرہ ہے ارشاد ہے۔ سچ کہتی ہوں ان
 دونوں پر تو مجھے امیر سے بھی زیادہ بھروسہ ہے اور تمہیں
 بھی میں یہی کہوں گی جیٹل زندگی میں جب بھی کوئی
 مشکل وقت آئے تم انہیں آواز دینا۔ یہ دونوں تمہیں
 کبھی مایوس نہیں کریں گے۔"

لیکن رات جو کچھ ہوا تھا اس کے اثرات اور خوف
 اس کے دل پر اب تک تھے وہ آنسو بہاتی چلی گئی۔
 دیکھا بہت آواز ہو گئی تھیں، تمہیں تو ہمیشہ رہنا
 کے ہاں جانے کی خواہش رہتی تھی اب کیا دل نہیں

لگا؟

"ای! آپ امیر بھائی کی شادی جلدی سے
 کروں۔" سادگی سے دلہن گھر لے آئیں۔ اس
 خاموشی اور تنہائی سے میرا دل گھبراتا ہے میں بہت
 خوف زدہ ہونے لگتی ہوں۔"

"ہاں امیر کی شادی تو کرنا ہے لیکن سادگی سے۔ وہ
 نہیں مانے گا اور نہ ہی اس کے سسرال والے اس بات
 پر راضی ہوں گے۔ اس لیے تھوڑا انتظار تو کرنا ہی
 پڑے گا اور سچ کہتی ہوں بیٹا! مجھے ثوبیہ سے کچھ زیادہ
 امید بھی نہیں۔ اس نے تو ابھی سے صرف امیر سے ہی
 تعلق رکھا ہوا ہے اور امیر بھی دلا نہ بنا ہوا ہے اس کا۔"

"پھر ہمارا کیا ہو گا ای؟" اس نے بری طرح سسم کر

"وہاب کا اصرار تھا۔"
 "تو کرتے رہیں اصرار۔ مجھے اپنی مرضی سے نہیں
 اچھا لگتا ہے اور وہ کون ہوتے ہیں اصرار یا انکار کر کے
 والے۔"
 "تم بھی بھول رہی ہو فدا کہ وہ کون ہیں۔ سہل
 میں داماد کو عزت دی جاتی ہے۔ اس کی مائی جاتی ہے
 اس سے میاں کے گھر میں بی بی کا سسر اونچا ہوتا ہے اور
 قدر کی جاتی ہے اس کی بی بی جن جہیز ہاتھ لگاتے ہیں
 نہیں ہے اس بات کا۔"

"میرا خیال ہے چھ سات سال ہو رہے ہیں یا شاید
 اس سے بھی زیادہ۔ اب آپ کی شادی ہوئی تھی۔ اسے
 عرس میں آپ قدم نہیں بناسکیں، شوہر کے دل میں
 عزت نہیں بناسکیں تو گھر اب ہمارے کسی عمل سے کیا
 بنے گی اور رشنا آپ! میں خود کو ذلیل کروا کر آپ کی
 عزت بگاڑنے کے حق میں بھی نہیں ہوں۔"

"کیسی باتیں گھر پر ہی ہو گئیں نے ذلیل کیا ہے
 تمہیں؟"
 "آئی! وہ لباس وہ ماحول، محلے محلوں کی ایکسرس
 کرتی نظریں اور زبان سے ادا ہوتے معنی خیز جملے
 ہیں اس رات میں نہیں آئی اور اب بھی میری
 ذہنی حالت ٹھیک نہیں۔ میں نے اپنی ای کی خاطر غور
 بڑی مشکل سے سنبھالا ہوا ہے، خفا کے لیے آپ مجھے
 میرے حال پر پتھوڑیں۔"
 اسی وقت دروازے پر ٹیل ہوئی۔ اس نے امر کو
 کمرے سے نکل کر باہر جاتے دیکھا پھر وہ کچن کی جانب
 گیا اور بولا۔

"کامران آیا ہے۔ ذرا اچھی سی چائے بنانا اور سنو
 بازار سے کچھ منگوانا ہے تو تھانو میں اور کامران جا کر لے
 آتے ہیں۔"
 "یہ کامران کون ہے جس کی خاطر کے لیے تم ایک
 دم سے الٹ ہو گئے ہو؟" رشنا کا چوٹکنا اور خفا ہونا
 لازمی تھا کہ امر کو اس کے لیے یہ خیال نہیں آیا تھا۔
 "دست ہے میرا۔" امر اتنا کہہ کر واپس ہوا لیا اور
 جاتے جاتے بولا۔

پا پھانقا۔
 "اللہ ہے میں ہمارا اور پھر شہ اور ارشاد ہیں۔ ان
 کے تیوں سے کچھ بھی دست بدار کرتے ہیں ہم۔
 وہ بھی مجھے اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔" نہیں ای سے
 بٹلائے کہہ رہی تھیں اور واقعی وہ ایسا سمجھتی تھیں۔

ابھی دو روز گزرے تھے۔ دہلیوی کے سامنے ٹیلی
 فون بنا رہی تھی۔ کتابیں اس کے آس پاس بکری
 تھیں۔ کل پہلی کا دن تھا۔ اس لیے آج سر پہل
 ہی لگا لیا تھا۔

پہلے رشنا اور بچے داخل ہوئے پھر وہاب بھائی بھی
 ملے آئے انہیں دیکھ کر اس کے دل کی دھڑکن پہلے
 گھم ہوئی پھر چیزیں سے دل دھڑکنے لگا۔
 "کیا یقین نہیں آ رہا ہمارے گھر کا پھر ماحول جیسی ہو
 پادی نہیں ہم کون ہیں؟ تم نے جو جلیہ اس وقت
 بنا رکھا ہے۔ ہمارے لیے بھی حیران کن ہے اور پچانی
 تم بھی نہیں جانتے ہیں۔"

وہاب بھائی اس بات کرتے کرتے بڑے ایکٹر
 لگ رہے تھے۔
 "اس وقت ہمارے گھر میں کمرے ہیں نا اس لیے
 اس نے اپنی بے تاثر نظروں سے انہیں دیکھتے
 ہوئے سوچا پھر ای کو آدھیں دینے لگی۔

اچھی بات یہ تھی کہ اس وقت امر بھی گھر تھا وہ
 ان کے پاس آ بیٹھا اور فدا اپن میں آئی۔ اس کا بی چاہ
 رہا تھا خوب بد مزہ سی چائے بنا کر ان کے سامنے رکھے۔

"ہم نہیں لینے آئے ہیں۔" رشنا اس کے پیچھے
 کچن میں چلی آئی۔
 "میں تو نہیں جا رہی۔" اس نے چائے کا پانی
 چو لیے پر رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"کل تو کالج سے چھٹی ہے۔" رشنا نے یاد دلایا۔
 "پتا ہے مجھے اور یہ ضروری نہیں کہ میں ساری
 پھنیاں آپ کے گھر گزاروں۔"

میں بھلا اور دھول لے کر آ رہا ہوں۔ دارا انتظار کر رہا ہے۔

یہ کامران کو ہی ارشاد بھائی کا رشتہ نہیں اپنی ولایت پر اس کے کافی پکڑ لگتے رہے۔ میرا خیال ہے امر سے وہ سنی بھی تپ ہی ہوئی۔

مکھانٹ کہیں رہ جاتی تھی۔ انی کی بات سن کر جیسا اطمینان فروا کے چہرے پر اترتا۔ وہ کامران سے پچھپچھ نہیں رہ سکا پھر اس نے وہاب کے بدلتے سوا اس کی خاموشی اور رشتا کی پریشانی کو بھی بھانپ لیا اور اس کے بعد وہ بھی ذہن کو حاضر نہیں رکھ سکا۔ اسے یہ سب بڑا عجیب سا لگ رہا تھا اور وہ اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش میں تھا۔

اس نے وہاب میں کچھ نہیں کہا۔ میں وہاب سے کیا کہوں۔ تم کیوں ہمارے ساتھ جا رہے ہو؟ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد رشتا پا چھنے لگے۔ دیکھتے تھے۔ اس کی مرضی نہیں ہے۔ اسے اپنا ہار بار کی رٹ سے لیکن بولی تو انداز نارمل

”مجھے شمر۔ بھائی سے بات کرنا چاہیے لیکن ہمارے یہ مناسب ہے یا نہیں جو کچھ میں نے محسوس کیا۔ وہ امر نے محسوس کیوں نہیں کیا۔ یہ سارے کی طرح ہنس بول رہا ہے اور فروا کے چہرے سے جھلکتا وہ خوف اسے کیوں نظر نہیں آ رہا جو وہاب کے اسے مخاطب کرتے ہی اس کے چہرے پر چھانے لگتا ہے۔ وہ دیر تک سوچوں میں گم رہا تھا۔“

کامران آج بڑے اچھے لباس میں جلوہ کش تھا اور بھائی سے بڑے اچھے گفتگو کر رہا تھا اور وہاب بھائی کا چہرہ بن کر بولنا فروا کو شدید برا رہا تھا۔ ایک شہر میں پھنسے۔

اس واقعے کے تیسرے روز وہ کالج ٹائم آف ہوتے ہی انی دین کی ساتھی لڑکیوں کے ساتھ کالج کی طرف گئی۔ وہاب کی بات پر وہاب بھائی کو دیکھتے ہی اس کے بڑھتے قدم رک گئے۔ اچھے خاصے لٹھلٹھے موسم میں اس نے خود کو پسینے میں بھیجتا ہوا محسوس کیا۔ وہ تیزی سے واپس پلٹی۔

”اب تو فری تیار کی گئی ہے تم نے؟“ وہاب اس کی بات دیکھ رہے تھے۔ کچھ بتائی۔ پتہ نہ تھا۔

”میں بھلا کس طرح جلا سکتی ہوں۔ آپ کو کچھ پتا ہے اسی حدت میں ہیں اور ان کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ وہ اکیلی نہیں رہ سکتیں۔“

”نہیں۔“ وہاب نے کہہ دیا۔ وہاں سے وہ امدت کر کے بول رہی تھی۔

”کہاں جا رہی ہو؟ پتا ہے ذرا سی دیر پر چاچا مجید (ڈرا سیور) گناہنا راض ہونے لگتے ہیں۔“

مجھے یاد آیا آج تو امر بھائی کو مجھے لینے کے لیے آنا تھا۔ وہ دراصل مجھے شمر۔ کیا کے ہاں جانا ہے نا۔ اس نے بھانا کیا اور تیز تیز قدم اٹھاتی گیٹ سے دور چلی گئی۔

پلو سارے دن کے لیے نہ سہی کسی دن شام کو۔

”یہ اس حد تک بھی آ سکتے ہیں۔“ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ سچ ہے پیسے کی ہوس ہر رشتے کا قاتل ہے۔

”ہاں جی۔ مطلب تو اسی سے ہے نا۔“ اس نے جمل کر سوجھا اس سے پہلے کہ کچھ کہتی۔ اس کی نہ کسی مرضی کو سمجھ کر ای بول اٹھیں۔

”میرے بغیر کہیں رہنے کی عادی نہیں ہے۔ تم کی طرف رہ کر آئی تو بہت اداسی ہو رہی تھی۔“

”ہاں اسے نہیں سمجھوں گی۔“

پھر اس کے بعد وہاب کے پاس اصرار کی

پہلے بیوی کو تماشا بنایا اور اب مجھے، لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ کیا کروں میں اللہ میری مدد کرے۔ کالج کے برابر اسکول تھا۔ درمیان کی دریا

”کافی کے ساتھ؟“ اس نے کہا۔ ”نہ تو ملو گی۔“

”وہ تو راپ کرتے ہی چلے گئے۔“

”آئے ہائے یہ تو برا ہوا تم نے کیا نہیں انداز لے

کو؟“

”نہیں ای! میں مجبوری میں اس کے ساتھ تھی آئی

لیکن بہت گھبراہٹی رہی تھی۔ گھر کیا کہ گھر پر تھی اور وہ

وہیں سے واپس ہو لیا۔“

”کامران بہت اچھا لڑکا ہے۔ وہیں تمہارے کافی

کے پاس جو عاتقہ اسپتال ہے۔ وہیں پہنچنا ہے۔ کسی

بھی مشکل میں تم اس سے رابطہ کر سکتی ہو۔“

”اسپتال میں ہوتا ہے! اس نے دہرایا۔“

”ارے بھئی ڈاکٹر ہے تمہیں نہیں پتا؟“

”نہیں تو۔ کمال ہے ارشاد بھائی کا رشتہ دار اور

ڈاکٹر؟“

”کیوں اس میں اتنا عجیبان ہوئے والی کیا بات ہے

ارشاد اور شمس کے لیے تم دونوں بہنوں کے لیے میں

جو حقارت ہے وہ مجھ سے کچھ بھی ہو چکی نہیں ہے لیکن

میں تالیف ہے ان کے لیے۔ تمہارے ایک ہی ایک روز

مقام پالیتے ہیں۔ اب تمہارے پانچ سالوں میں شمس

کے لڑکے بھی انشاء اللہ کیسے کامیاب انسان بن کر

نکلے گئے۔“

”نہیں ای! اب تو میں ارشاد بھائی کی بہت قدر کرتی

ہوں۔ بیکلے کچھ بھی ہے وقوف بھی۔ اچھے برے کی

پہچان نہیں تھی مجھے۔ میں تو حیران تھی کہ ان کی فیملی

میں لوگ زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں نا۔“

”وہ پرانی بات تھی۔ نو جوان لڑکے سب ہی تعلیم

پافت ہیں اور یہ کامران تو بہت ہی سلجھا ہوا شریف بچہ

ہے۔ جب تمہارے والد کی طبیعت خراب ہوئی تھی۔

میں نے شمس کو ہی فون کیا تھا اس نے کامران سے

رابطہ کیا۔ فوراً ہی ایسوی لینس لے کر پہنچ گیا تھا اور بہت

روز تمہارے ابو اسپتال میں رہے اس نے بہت خیال

رکھا۔ بہت ہی ٹیک بچہ ہے تمہارے ابا کے جانے

کے بعد بھی اکثر حال احوال پوچھنے کو فون کرتا ہے۔ امر

بہت ہنسلی سی تھی اور اکثر لڑکیاں اسے پھلانگ کر کالج

کی کیمپس سے بکھڑے کر دیتے تھیں۔ آئی راتی میں

فرمانے پر دوبار پھلانگ ل۔ اسکول کا بولی گیٹ

کالج کے گیٹ سے بہت فاصلے پر اور انی ساڑھے تھیں۔

نود کو چادر میں اچھی طرح بھپا کر وہ گیٹ سے باہر آئی۔

وہ گیٹ کر اس کر کے مین روڈ پر آئی اور چلنا شروع

کر دیا۔ رکشہ پارکنگ میں اپنے بیٹے کو گھر جانے کی

دست اس میں نہیں تھی اور وہ اب کے ٹول سے اسی

بھی اس کی ٹائلیں کاپ رہی تھیں۔

”یہ تو کامران ہے۔“ کچھ ہی فاصلے پر شمس کے

موصول پر آئیٹ اسپتال کے سامنے اس نے کامران

کو ایک دوسرے لڑکے کے ساتھ دیکھا تھا وہ دونوں

گاڑی میں بیٹھے ہی والے تھے۔

اندھیرے میں یہ بھی کی گرت۔ کامران کامران

صاحب؟“ وہ چل کر چلائی اور اس کی جانب دوڑ

پڑی۔

”کیا بات ہے؟“ اس کے یوں

پکارنے اور اپنی طرف دوڑنے پر اچھے سے پوچھا

چاہیے تھا۔

”پانچیز آپ مجھے میرے گھر پہنچو آئیں۔“ اس

کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

”آئیے۔“ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

وہ اس سے بہت کچھ پوچھتا تھا لیکن دوست

کی موجودگی میں پوچھ نہیں سکا۔ گھر کے گیٹ کے

قرب اسے اتار اور مجھ کے بغیر گاڑی واپس موڑ لی۔

”آج تم بہت جلدی پہنچ گئیں۔“ اسی تو اس کے

انتظار میں چھٹی ہونے کے نام سے۔ گیٹ کے آس

پاس ہی منڈلائی رہتی تھیں۔

”وہ ای! میں دین سے نہیں آئی۔ مجھے کامران

صاحب نے راپ کیا ہے۔ پتا نہیں کیسے وہ اوھر گھل

آئے ورنہ تو بڑی پر اہم ہوتی۔ اصل میں دین خراب

ہو گئی تھی نا۔“

”اچھا!“ رونا کے انداز میں مایوسی تھی۔ اور اتنے وقفے کے بعد بولی۔
”تم نے امی سے ڈرتے نہیں کیا؟“
”بس بات کا؟“ اس نے پچھتے ہوئے لیے میں

کہا۔
”وہی جو تمہیں دکھائے ہیں نا کو اور کتنا ہے۔“
”کیا ہے؟“ امی سے بھی ”امریکائی“ سے بھی نہیں
ادب میں نہ بتائی آکر جو آپ دونوں مجھے لینے کے لیے
دوبارہ نہ آئے۔“ وہ چہا چہا کر بول رہی تھی۔
”میرا خیال تھا فری! تم بھی میری طرح سوچتی ہو۔“
”جیسے بھی۔ عیار زندگی بلند کر کے کاہنوں ہے۔ تم اس
بات کو اچھی طرح سمجھتی ہو سب سے بڑی حقیقت
تو یہ ہے لیکن مجھے احساس ہے تم بے معنی روایات کو
کلے لگائے نہیں ہو۔“ بتاؤ اس روز جو تم نے سنا ہو
کھایا۔ جن لوگوں کے ساتھ تھوڑے رہیں۔ کیا تم نے بھی
خواب میں بھی ایسا دیکھا تھا؟“
”نہیں اور میں ایسا کبھی خواب میں بھی دیکھنا نہیں
چاہتی۔“

”جب بیاہ دی جاؤ گی ناں کسی بیٹی پر جس ہزار ملانہ
کمانے والے کے ساتھ تب میری باتیں یاد آئیں گی۔“
”تم پھر پچھتاؤ گی اور تب تمہارا یہ حال ہو گا کہ تم میرے
تک آنا بھی چاہو گی تو کب تک جاؤ گی کہ تمہارے معمولی
کپڑے اور خالی پرس اس بات کی اجازت ہی نہیں
دے گا۔“

”آئی! میں نے کلج سے چھٹیاں پڑھنے کے لیے کی
ہیں۔ اب اگر آپ اجازت دیں تو میں پڑھ لوں۔“ رشنا
نے فیس سے سیل آف کر دیا۔ اب اگلے چند روز میں
دن تک اس کا سیل فون آن کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔
خندہ دن کے بعد اسے امی سے پتہ چلا کہ رشنا آئی
کی فیس کچھ دنوں کے لیے ملائشیا اور پھر وہی جاری
ہے۔ اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور پوری طرح اپنی
پڑھائی میں مگن ہو گئی۔

”میں دوست ہو گئی ہے میں تو اسے کہتی ہوں تم
اور کو بھی سمجھا کر شاہد تمہاری کسی کوئی بات ہی اثر
کر جائے اور اس کا اظہار بھی کرتے ہو۔“
”امریکائی ابھی تک کہہ نہیں آتے۔“
”اب اس کے کہہ آئے گا کون سا مخصوص ٹائم وہ
کیا ہے۔ فون آیا تھا کہ آج کھانے پر انتظار نہ کرنا۔“
”چھپاؤ نہیں میں نے۔“ مجھ کی ہون مسرال گیا ہو گا۔
”اب اسے کہہ سے زیادہ وقت اس کا دھری گزرتا ہے۔“
”ماں کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ کہہ میں بوڑھی میں
اور جوان بہن کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا لیکن مجھے خود
احساس نہیں اسے کیا کہہ سکتی ہوں۔“
”دونوں نے اسے کھانا کھایا پھر فو اپکھ دیر آرام کے
لیے اپنے کمرے میں آ گئی۔“

تب ہی سیل فون بجنے لگا۔ اسکرین پر روشن ہوتا
نمبر رشنا آئی کا تھا لیکن کیڈی شانی شکر آلود ہو گئی۔ سوچا
فون اینڈ ہی نہ کرے لیکن پھر ارادہ بدل دیا۔
”کیا تم آج کلج نہیں گئی تھیں؟“ رشنا نے
پچھونے ہی پہلا سوال کیا۔
”نہیں۔“ رشنا کے سوال نے اس کی مشکل آسان
کر دی تھی۔

”کیوں؟“ اگلا سوال ہو گیا۔ ”آئی! آپ کو کیسے پتا چلا
کہ میں کلج نہیں گئی تھی۔ آج شکر آلودن تو آپ نے نہ
امی سے نہ ہی مجھ سے رابطہ کیا ہے۔“
”ہاں وہ میں گئی تھی تمہارے کلج۔“
”کیوں؟“ اب سوال کرنے کی باری اس کی تھی۔
”ایسے ہی تمہاری خیر خیریت دریافت کرنے کے
لیے۔“

”کمال ہے۔“ وہ ہنس بڑی پھر کچھ تلخی سے بولی۔
”آپ کو جو بھی مجھ سے معلوم کرنا ہوتاں گھر آکر معلوم
کیا جائے۔ آئندہ کلج مت آئیے گا اور ہاں میں اب
آئندہ پندرہ بیس دن تک گھر پر ہی ہوں، کورس
کمپلیٹ ہو چکا ہے۔ اب کلج جا کر ٹائم ہی ضائع ہوتا
ہے ایگزام سر پر ہیں میں گھر پر رہ کر ہی تیاری کروں گی۔“

امیر کی غیر اہم داریوں سے گھبرا کر امی نے
 ہیران کو بلا لیا تھا اور فردا ہن میں اس کے لیے
 رات کا کھانا تیار کر رہی تھی وہ اب بھی کھانا چکر
 کا کھانا تھا۔ ہن بھی لڑتا رہتا تھا اور فردا کو یہ بھی نہ
 پتا کہ اس کا آٹا اس کا رابطہ کرنا اسے بہت اچھا لگے
 کہ وہ بھی ہن سے کھانا بنانے میں لگی ہوئی تھی اور
 ہیران امی سے کہہ رہا تھا۔
 ”اس سلسلے میں آپ شرم بہائی اور ارشاد بھائی
 سے بھی بات کریں نا۔“
 ”امیران کی کہاں سنتا ہے۔ تم سے کہہ رہی ہوں۔
 تم کو سمجھاؤ اسے۔ اسے کہ کل اپنے سرال کے
 ساتھ سو جہاں ہی نہیں رہا۔ میرا تو خیال ہے آپ جلد
 گھسی کر والیں جب وہ ہستی یہاں آئے گی تو انٹر بھی
 گھر پر ہی دکھائی دینے لگے گا۔“
 ”ایک بے گھر کرتی ہوں شمس سے بات۔ وہ اور
 ارشاد ہو آئیں ان لوگوں کی طرف سے۔ رشنا بھی چند
 دنوں میں واپس آجائے گی اس سے بھی بات کر لوں
 گی۔“ انہوں نے گھبراہٹ سے فیصلہ کر لیا تھا۔

”کی ہوا اس اتنی فضول نہیں رہی۔“
 ”میں نہیں اندازہ نہیں ہے ان چیزوں کی قیمت کا؟“
 رشنا کو اس پر غصہ آ رہا تھا۔
 ”آئی کیجی ایسی ہونی چاہیے کہ امی قیمت خود
 بتائے، کھانا نہ پڑے کہ کی باتیں میں آتی ہے۔“
 میں فضول کسی ہے بہت قیمتی۔“
 ”میں دیکھ رہی ہوں فردا! تم بہت بولنے لگی ہو۔
 کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ ای! آپ بھی اسے نہیں
 سمجھا رہیں کیا یہ کوئی اچھی بات ہے؟“
 اور امی دیکھ رہی تھیں کہ وہ فری ہو رہا ہے بے حد
 متاثر تھی۔ اس کی آمد پر بہت خوش ہوا کرتی تھی۔
 جب سے اس کے ہاں وہ گھر آئی تھی اس سے کھانے
 لگی تھی۔ اس کی آمد کا سن کر ہی اس پر غصہ سوار
 ہو جاتا تھا اور وہ شعوری کوشش کرتی تھی کہ کچن میں
 مصروف رہے۔ سب کے بعد یہاں آکر بیٹھے۔
 ”ایسا کیا ہوا ہو گا رشنا کے ہاں تھیں نے فردا کی سوچ
 کو اتنا تبدیل کر دیا؟“ وہ اب سنجیدگی سے سوچنے لگی۔

UrduPhoto.com

ارشاد وطن واپس آئی اور تیسرے روز جمعہ فیملی ان
 کے ہاں موجود تھی ساتھ میں ڈھیر گھٹتھے
 لڑکے لے۔
 ”یہ سب کیا خرافات اٹھا لائیں۔“
 ہستی ہوں ایسی بھاری بھر کم جیولری۔ یہ تو شوباز
 اور تمس پنا کر رہی ہیں۔“
 وہ دھاب کی نظریں خود پر محسوس کر چکی تھی۔ اسی
 لیے ان کی جانب سے رخ موڑ لیا تھا۔ اب انہیں
 بنانے کو پتا ہر رشنا سے کہہ رہی تھی۔
 ”تمہیں کیا پتا ایسی جیولری آج کل فیشن میں ان
 ہے۔“ رشنا کو اس کی باتوں پر غصہ آیا تھا۔
 ”ہوں گے فیشن میں مجھے بالکل پسند نہیں ہیں اور
 کپڑے۔“ اس نے ہنسنا شروع کر دیا۔ ”تو یہ رشنا
 آئی کیا ہو گیا آپ کی چوائس کو ہماری فیملی میں بھی

اتر کے سرال شادی کی تاریخ بننے لگے۔ رشنا
 اور فردا کے ساتھ ارشاد بھائی کے تھے۔
 رشنا کی امداد کے لیے وہ لوگ پہلے بھی متاثر تھے اور
 اب جو تھے خود رشنا نے جا کر سنا۔ وہ لوگ تو باقی
 سب کو جیسے بھول ہی گئے۔ لگتا تھا صرف ایک ہی
 مہمان ہے اور وہ ہے رشنا دھاب۔
 ”اتنے لوگ ہیں امیر بھائی کے سرال والے۔“ یہ
 واپسی پر اس کی رائے تھی۔
 ہائی سب خاموش ہی رہے وہ اسی کی گاڑی پر گئے
 تھے۔ انہیں امی کے گھر ڈراپ کرنے کے بعد رشنا باہر
 ہی سے اپنے گھر چلی گئی۔
 امی چاہتی تھیں کہ ٹوپی کی شاپنگ رشنا ہی کرے
 لیکن اس نے معذرت کر لی۔
 ”ای! آپ کو ہمیں پتا میری مصروفیت کا۔ آپ

فرما کہ شمس کے ساتھ کریں، دونوں مل ملا کر کچھ نہ
 کچھ کر لیں گی۔
 اسی نے بھی پھر زیادہ اصرار نہیں کیا کہ وہ وہاں کے
 مزاج کو سمجھتی تھیں، لہذا اسی وجہ سے انکار
 کر رہی تھی۔

پری کی تہاری میں کامران کی گاڑی بہت کام آئی۔
 شمس نے اسے پیغام بھیجوا دیا تھا اور وہ چلا آئی۔
 ”آپ کا ڈرائیور دوبارہ پھنسی پر نہیں گیا؟“ ایک
 روز جب شمس نے گاڑی کو پکڑے دینے کی تھیں اور وہ
 گاڑی میں اسی تھی۔ کامران نے بڑی سنجیدگی سے
 جواب دیا۔

”کیا مطلب؟“ وہ بالکل نہیں سمجھی۔
 ”میں تو انتظار میں ہی رہتا ہوں۔ اسپتال میں
 دھیان کم اور روڈ پر زیادہ ہوتا ہے کہ کیا آج پھر آپ
 کو لٹ کی ضرورت پڑ جائے۔“

تب وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
 ”آپ کی جانب بہت ذمہ داری والی ہے۔ پلیز اپنا
 دھیان اسپتال کے اندر ہی لگانے کی کوشش کریں۔
 پھر شمس کو اس کے دیکھ کر وہ ان خاموش ہو گئے۔
 لیکن اس کی بات پر بار بار اسے چلا اب دانتوں کے دبا کر
 مسکراہٹ روکے بغیر مجبور کرتی رہی۔ سچ ہے دل شاد
 ہو تو مسکراہٹ مستقل ہوجاتی ہے۔
 شاپنگ کے دوران وہ مشورے بھی دیتا، قیمت کم
 کروانے کے لیے دکانداروں سے جھگڑے بھی خوب
 کرتا۔

”دیکھیں سرنی! شادی ایک ہی بار ہونا ہوتی ہے اور
 بندہ ایک ہی بار اتنے ارمانوں سے سب خریدتا ہے۔
 آپ تو بحث کر کر کے ان یادگار لمحوں کا حسن خراب
 کر رہے ہیں۔“ دکاندار بھی آج برابر کی فکر کا تھا۔
 ”اور زیادہ خرچا کرنے پر جو بعد میں زندگی کا حسن
 خراب ہو گا۔ اس بارے میں سوچا ہے تم نے؟“
 کامران نے متنبہ بنایا۔

”بالکل مناسب قیمت ہے جی!“
 ”آپ نامناسب پر ہی دے دیں۔ جو کی ہماری وجہ

ہے ہوگی۔ وہ بعد میں کسی ہائی لینڈی سے پوری کرچکے
 گا۔“

”دیکھتے اصرار نہ کریں۔ آپ پہلی بار ہماری دکان پر
 آئے ہیں۔ موقع بھی ملو گی کا ہے اور یہ بھی تو سوچیں
 کیا کہیں گی۔ آپ ان کے لیے دو چار ہزار زیادہ بھی
 نہیں خرچ کر سکتے۔“
 آبا اور کامران کا دلچسپی سے کپڑے خریدنا اور اس کا
 مسکراتے ہوئے رائے دینا۔ پھر نہیں دکاندار نے کیا
 اندازہ لگایا۔

واقعی اس بارے میں تو میں نے غور ہی نہیں
 کیا۔ کامران واقعی شرمندہ دکاندار دیکھتے لگا۔
 ”ارے خوشی ہی ہوگی ایسا سمجھ دار دو لہنا ملنے پر۔“
 چلو جی ایک نہ شدہ شدہ تپا بھی شامل ہو گئیں۔

پھر وہاں بیٹھنا محال ہو گیا۔
 راستہ بھر وہ دونوں دکاندار کی بات پر ہنستے رہے اور وہ
 چادر میں منہ چھپائے اپنے تئیں اثرات چھپاتی رہی۔

اسٹریٹ بجائی کی شادی سادگی سے ہی ہوئی۔ ان کے
 زیادہ عزیز تھے بھی نہیں صحت مند والے تھے۔ وہ تو
 صرف شام کو قریب میں حرکت کے لیے ہی آئے
 تھے اور اس کے بعد دن میں خاموشی ہی رہتی تھی۔
 شمس آبا کے بچوں کے منتہلی ٹیٹ ہو رہے تھے۔
 وہ بھی مندی کے روز کے پہلے آ نہیں سکتی تھیں۔
 رشتہ کے بچے یہاں رہ کر شرب ہوتے تھے۔ اس لیے
 وہ بھی شام کو صرف چند گھنٹوں کے لیے ہی آئی تھی۔
 شام کو جب سب اسٹھے ہوتے تو رونق لگتی کامران
 اور شمس آبا کے بیٹے ڈھولک سنبھال کر بیٹھ جاتے اور
 ایسے ایسے گیت گائے جاتے کہ سننے والوں کے پیٹ
 میں ہنسنے ہنسنے بل پڑ جاتے۔

”اگر جو ٹوپیا کے گھر والوں کو پتہ لگ جائے تم لوگ
 گیتوں میں ان کی کیا درگت بنا رہے ہو تو کیا گزر رہے گی
 ان کے دل پر۔“ شمس آبا نے کہا۔
 ”میں تو چاہتا ہوں مقابلہ بنے، لیکن آپ لوگ

یہ لے کر تو خود ان کے پاس جا رہے ہیں۔ وہ افسوس ہوا

دھن کھڑا گی۔ پکھ دن کے لیے شمس کیا کوئی
نصرتا ہے کہ فردا کو اچانے کیوں کھڑا ہوتی ہو رہی تھی

فری ہونے کی کوشش کرتے۔ پھر "انہیں بھی اندازہ ہو چکا تھا کہ فری کا بھائی اس کی جانب سے حملہ طور پر نافذ ہے اور یہ لڑائی جو ان کی آمد پر اپنا کمرو بند کر کے بند ہو چکی ہے اس سے فضول کوئی اور بھی ٹھیک کرنا وہ اپنا حق سمجھنے لگے تھے۔

"میں تو رشتہ آئی کے گھر سے بھاگی تھی اور اب اپنے ہی گھر میں غیر محفوظ ہو کی جا رہی ہوں۔ کس سے کہوں کہاں بھاؤں۔" امی کی بے بسی اور بے چارگی دیکھ کر ان سے کچھ کہنے کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی اور ادھر اس کے دونوں بھائی فری کے گھر سے کی کمزری کے باہر گھر سے فضول کوئی کے دھاکڑا توڑ رہے تھے بے بسی کے انتہائی لمحوں میں اس نے ارشاد بھائی کے سلام کرنے کی آواز سنی اور صباک کر دوڑا زے کی چٹنی گرا دی۔

"فری!" انہوں نے ان دونوں لڑکوں کو دیکھا۔ چٹنی کی آواز بھی، غولی بھی اور فری کے چہرے پر بچھایا بے بسی کا رنگ بھی۔

"اوپر کا ڈرائنگ روم لوہر ہے۔" انہوں نے ایسے لمبے میں کہا جس میں فری کا دل جھٹکا جھٹکا جھٹکا رہا تھا۔ آئی کا لہجہ "مضبوط جسم اور جتنا ہوا انداز۔ دونوں دھاکڑا جان لڑکے بھلا کہاں سامنے کھڑے رہ سکتے تھے۔ فری! گھٹکتے گھٹکتے فری نے رخ موڑ کر آنکھوں میں آئے آنسو دوپٹے سے پونچھ ڈالے۔ اسے پتہ بھی نہیں چلا کہ ارشاد بھائی اسے آنسو پونچھتے دیکھ چکے ہیں۔

امی نماز پڑھ رہی تھیں وہ لاؤنج میں جا کر بیٹھ گئے۔ فری ان کے لیے چائے بنانے کچن میں آگئی۔ جب تک وہ چائے بنا کر لے کر گئی۔ امی نماز سے فارغ ہو چکی تھیں اور ارشاد بھائی سے باتیں کر رہی تھیں۔ "فری پتر! یہ تیری آپا نے کچھ کپڑے بھیجے تھے ہمیں پتہ ہے ہماری پسند تیرے مطابق نہیں ہے۔ پھر بھی لے آیا ہوں تمہیں جوڑے تمہارے ہیں، ٹھیک ہی خالہ جی (امی) کے لیے ہیں۔"

وہ کتنے شرمندہ شرمندہ سے کہہ رہے تھے اور وہ

سوچ رہی تھی ابھی کل ہی امی سے کہا تھا موسم بہار چل گیا ہے۔ گری تیزی سے آئی ہے۔ ان کے ہاتھ کپڑے بھاری اور وہ بتا رہی تھیں کہ ہاتھ بہت ٹھک ہے۔

"خدا تمہیں اجر دے ارشاد! بہت خیال کرتے ہو ہمارا۔" امی کہہ رہی تھیں اور وہ ہاتھ بول ہی نہیں سکی۔ اتنی اچھی لالہ۔ اتنے میٹھے گرمیوں کے کپڑے تو تب بھی نہیں بنائے تھے جب اپنا زندہ تھے۔ کتنے ہی خرچ کر ڈالے ہوں گے شہر۔ کیا ہے۔ اور جب فون پر اس نے شہر کیا ہے یہ بات کہی تھی تو انہوں نے بے نیالی سے ہی سوال کیا تھا۔

"تمہیں پسند تو آتے ہیں ناں فری!"

"آپا! بہت۔ بہت اچھے ہیں۔"

"اللہ تیرا شکر، مجھے اور کامران کو یہی فکر تھی۔ پتہ ہے۔ میں کامران کے ساتھ ہی گئی تھی نا۔ شہر کی اچھی مارکیٹ سے لے کر آئی ہوں۔"

"بہت گھومنے پھرنے کے بعد ہم نے یہ پسند کیے ہیں۔" پھر بھی مجھے ڈر تھا۔

وہ کتنی خوش خوش تھیں اور فری کا دل ایک نام بردار ہو گیا تھا۔

کیا بتاتی رہیں۔ "کامران کہہ رہا تھا۔ فری سے کہنا اگر پسند نہ آئے تو ہٹا دے۔ ایسے ہی مروت میں سلوا کر نہ پہن لے۔"

"میں آپا! میں نے کہا ناں بہت اچھے ہیں۔ مجھے بہت پسند تو آئے لیکن ایک بات پر مجھے آپ سے لڑائی کرنا تھی کہ اتنے میٹھے والے کیوں خریدے میں کہاں کی نواب زادی ہوں۔"

"میرے لیے تم منہ می شہزادی ہو اور تم دیکھنا فری! میری دعا میں رائجال نہیں جائیں گی۔ اللہ تمہیں بہت دے گا۔ تم ہمیشہ اچھا ہی پہنو گی۔"

"آپا! ایک بات مانو گی؟" ان کی محبت پر وہ اتنی جید باتیں ہوتی کہ کچھ دیر کے لیے تو بول ہی نہیں سکی تھی۔

"ہاں ہاں فری! کہو۔"

وعدہ لیا۔ "سب میرا بھائی ہے گا تو آپ لوگ اسے اپنے ساتھ کر گت کھائیں گے۔"

اگلے روز سورج نکلنے کے بعد ہی اس نے ہاں میں ہاں رکھ کر اور ریل ٹانے کی تیاری شروع کر دی۔

"آج کھانا بھی اچھا بنانا چاہیے۔" میں ہیلو ریل زیادہ شوق سے کھاتا ہے یا پھول پھول تو سہنی پھاؤ ہی بناتی ہوں۔ ساتھ میں شامی کباب تو موجود ہیں۔ بس رات بنانا ہو گا۔"

اس کا خیال تھا ہیلو اور شاد بھائی کے ساتھ آئے گا لیکن اسے اور آپ کرنے والا کامران تھا۔

"ارے! اسے تو گھوڑہ جیت ہوئی۔ دو کامران کا

"ہی! اب اسکولوں میں گرمیوں کی چٹنیاں ہونگی ہیں۔ آپ تو ہیلو کو اگر بارہ دن کے لیے اور بھیج دیں۔ چائیں بہت پور ہوتی ہوں۔ وہ آجائیں گے تو میرے ساتھ ساتھ ہی بھی لوٹ آجائیں گی۔"

"میں ضرور بھیج دوں گی۔ بیچ کے تو آج کل کچھ پھل پھل رہے ہیں۔ وہ تو جلدی نہیں آسکے گا۔ میں ہیلو کو بھی بھیج دوں گی۔"

"کس وقت بھیجوں گی؟" اس نے کہا۔

"کسی وقت بھی۔"

وہ بھی نہیں۔

"اچھا کل فون پر آئے گا نام بتاؤں گا۔ میں اس کے لیے ٹیک اور چکن رول بنا کر رکھوں گی۔"

"ارے فری! کہاں اتنے مہنگے میں بڑو گی۔"

میرے بچے تو دل رول بھی اسی طرح سے کھاتے ہیں۔

"چائے پلوٹ ہوئی نہیں اس کی بات سن کر۔"

اندازہ ان کی کھانا سے نہیں لگا سکتی تھی۔

"وہ میرے دل سے نہیں کہنے پر آ رہا ہے کیا تو اس کی خاطر کھانا بنا کر دے گی؟"

جانی گئی۔

"پلوٹ جیسے قسطی مرضی اور پتا ہے ہیلو سننے کا تو بہت ٹوٹ ہو گا۔"

"مجھے تو بہت یاد آتا ہے پلوٹ چکن وہ پھوٹا ہے۔"

آپ کے بغیر وہ نہیں کھے گا۔ اس لیے اسے نہیں بڑاؤں۔

اسے میرا بہت پیار دیتے گا۔"

غازی مجھے پیار سے ہیلو کہتے تھے ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا بیچ اور غازی دونوں ہی سلجھے ہوئے اور لائق بچے تھے۔

پسے ان بچوں سے بے تکلف کہہ گئی۔

"آپ میں آیا ہوں آپ کے پاس پور نہیں ہونے دوں گا۔ میں بڑی اچھی باتیں کرتا ہوں۔" وہ پوری بھینک رہی تھی۔

اس نے ہلکا سا مسکراہٹ پھیلائی اور بولی۔

"میں یہ منٹو! یہ تو مجھ میں نے تمہارے لیے کیا کیا بتایا ہے۔ یہ ایک چکن رول چائے سب میں نے صرف تمہارے لیے بنائی ہے۔"

"واقعی خالہ! وہ خوش تھا اور بے یقین بھی پھر مڑا۔"

"سراون خالصا مصروف گزارا۔ اس نے غازی کے لیے کمر سیٹ کیا پھر یہ سوچ کر اس کی دلچسپی کی کچھ چیزیں تو گھر میں ہونی چاہئیں۔ وہ پڑوس میں تھی۔ ان کے بچوں سے کچھ اچھی سی کتابیں ادھار لیں گور یہ

"میں چاہو کو جا کر آتا ہوں انہیں تو یقین ہی نہیں آئے گا کہ آپ مجھ سے اتنی محبت کرتی ہیں۔"

"ہیلو!"

"چاہو! غازی کہا کریں اب میں چاہو گیا ہوں۔"

"سراون خالصا مصروف گزارا۔ اس نے غازی کے لیے کمر سیٹ کیا پھر یہ سوچ کر اس کی دلچسپی کی کچھ چیزیں تو گھر میں ہونی چاہئیں۔ وہ پڑوس میں تھی۔ ان کے بچوں سے کچھ اچھی سی کتابیں ادھار لیں گور یہ

کا جس پر ایمان ہے۔ تمہاری کوئی خاطر کروے تو لوگ
مٹھوک ہوئے لگتے ہیں۔ کامران مذاق اڑا رہا تھا۔
غازی نے ہائل پرانہ مٹا۔

”ابھی ان پر میری زبردست صلاحیتیں آشکار نہیں
ہوئیں نا۔“

”فرور! ہمیں بھی چاہئے ہی نکالو۔“ انداز بتاتا ہوا
تھا۔

وہ خاموشی سے اٹھ کر پگن میں آگئی۔
کامران چائے پیتے ہی اجازت لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔

”تم کہیں جاؤ گے؟“ اس نے غازی سے پوچھا۔
”نہیں آنی! مجھے تو فری خالہ نے بلایا ہے کچھ دن

اور رہنے کے لیے۔“

”یہ فری کو بھی اپنی عمر کا کوئی نہیں ملتا۔ بچوں سے
دوستیاں کر لی ہے۔“

اس روز وہ بہت دیر تک بیٹھی۔ رات کا کھانا بھی
نہیں کھایا اور اپنے ذرا سیور کو بیچ کر کچھ بچھڑا بھی

ڈالا۔

”ان سب کی کیا ضرورت تھی مٹاؤ؟“
”ضرورت تو ہوتی ہے امی! اچھا کھانا کھا کے اچھا

نہیں لگتا۔ زندگی میں شاید نہ ہو تو مجھے کچھ بھی
نہیں سب سے بڑی حقیقت ہے اور اوقات پر اس

بات کو نہیں سمجھتا۔ وہ بعد میں پچھتا رہا ہے۔“
”ہمارے دور کے تقاضے کچھ اور تھے لیکن اب تو

شاید سب کچھ بدل گیا ہے۔“

”ٹھیک کہتی ہی امی آپ۔ وہ دور واقعی کچھ اور
تھا۔“ فرور نے مزید کچھ نہیں سننا برتن سمیٹ کر پگن

میں آگئی۔ اور رشاکوں آگئی۔ اے اے اے اگلے روز
چلا۔ امی نے اسے اپنے پاس بلایا اور بتایا تھا۔

”رشنا تمہارے لیے ایک رشتہ لے کر آئی ہے بیٹا!
میں تو ارشاد اور اصرار سے ہی مشورہ کرتی لیکن پھر مجھے

رشنا کی کئی بات یاد آگئی ہے۔ آج کے دور کے تقاضے
کچھ اور ہیں اسی لیے میں تم سے بات کر رہی ہوں مجھے

سوچ سمجھ کر جواب دینا۔“
”اس میں سوچنے سمجھنے کی تو کوئی بات ہی نہیں ہے

سب چاہئے ہی رہے تھے اور وہ سب سے اس کے پاس
رہا اور رول سے انصاف کر رہے تھے۔ کامران کے

پہلو کھینچ کر وہ ایمان کیا۔
”جیسا چاہو غازی صاحب میں یہ کتنا چاہ رہا تھا سب

کچھ اور رول کھاتے ہیں۔ زندگی سے ہر
ذمیت جالی رہی ہے۔ کیا تمہارا بھی یہی حال ہے؟“

”نہیں چاہو! مجھے تو زندگی سے اب کئی کچھ نہیں پیدا
ہوئی ہیں۔“ سوچ کر میں اداس ہوں کہ اب وہ سادہ

کھاتے کیسے حلق سے اتریں گے۔“
”بہن! مان گیا میرے نظریے ہو۔“ وہ سب ہنس

تے تھے۔ غازی اور کامران کے آنے سے کمر میں
زندگی جاگ اٹھی تھی۔ ورنہ کمر میں وہ چار افراد تو تھے

لیکن پھر بھی تنہائی کا احساس مارے ڈالتا تھا۔
”چاہو آتے جاتے رہے گا۔“ غازی نے اس کے

دل کی بات کہہ دی تھی۔
”ہاں یہ تو بہت ضروری ہے۔“ کامران نے یہ

جواب دیا تھا صرف یہی سمجھ سکتی تھی۔
اور ایسے میں تنہائی کی آہ

”میں ہوں انہی میں۔“
کچھ کر بد مزہ سی چوٹی پھر یہ خیال کہ کالج میں چٹشیاں

ہوئی ہیں کیا وہ پھر آگئی ہے کوئی بہانہ بنا کر اسے لے
جانے کی بات کرنے آئی ہیں کچھ پریشان کر گیا۔

”اکیلی آئی ہو رشنا! میاں ساتھ نہیں ہے؟“ اسے
اور بچوں کو دیکھ کر امی پوچھنے لگیں۔

”جی صرف میں اور سچے ہی آئے ہیں۔“ اور فرور
نے سکون کا سانس لیا۔

”آج تو چائے خاص اہتمام دکھائی دے رہا
ہے۔“ اس نے ایک گہری نظر حاضرین پر ڈالی اور کہا۔

”ہاں۔ آج غازی آ رہا تھا نا۔“ امی نے مسکرا کر
روایت کو دیکھا۔

”غازی کے لیے اتنا اہتمام!“ اس نے بھوس
اپکا میں جیسے بات سمجھ میں نہ آئی ہو اور غور سے

کامران کو دیکھا۔
”دیکھو غازی صاحب! یہ حال ہے تمہاری پر سنائی

اس کے لئے ملنی پائی کرتے میرے آگے بڑھے رہے ہیں۔
 "آپ فرما لے میری بات کروائیں۔"
 "آپ فری سے کیا بات کرو کی؟"
 "آپ بلا میں تو اسے بات کروائیں میری۔" رشنا

کی ایک ہی رٹ تھی۔
 وہ غازی کے ساتھ کرکٹ کھیل رہی تھی۔ اسی کے بلائے پر پیل آئی۔ اسی نے پیل اسے بکڑا دیا اور پولیس۔

"رشنا کچھ بات کرنا چاہتی ہے تم سے۔"
 "جی رشنا آئی! میں سن رہی ہوں۔"
 "تم نے انکار کر دیا میرے لئے ہوئے رشتے کے لئے؟" رشنا نے پھونکنے ہی کہا تھا۔
 "جی ہاں!" اس نے مختصر کہا۔

"تم وہاں کو نہیں جانتیں فرما لیں رشتہ سراسر ان کی مرضی سے ہو رہا تھا۔ وہ اس انکار پر میرے لئے مصیبت کمزری کر دیں گے۔" رشنا نے میرا ہاتھ تو احساس کرنا چاہا تھا۔

"جی ہاں! میں آپ کی آمد کی نہیں مگر اس کی بجائے اپنی ذات کو بھلا کر میں ان کو اس نے دین بھی کھوایا اور دنیا بھی مجھے سبق حاصل ہوا ہے آپ کو دیکھ کر پلیز۔ آپ اپنا گھر جانے کے لئے مجھے اس آگ میں مت دھکیلیں۔ دعا گو میں خدا سے کہہ رہا ہوں کہ آپ کے گھر مخالف کر دیں گے۔"

"کیا تم نے کبھی سوچا ہے فردا! غربت کیا ہوتی ہے اب سوچ لو! مرد تو سارے ایک سے ہی ہو ا کرتے ہیں۔ کیا غریب طبقہ کیا ہمارا طبقہ! قربانی عورت کو دنیا پر ملتی ہے لیکن وہاں قدم قدم پر خواہشیں بھی مارنا پڑتی ہیں۔"

"اب ایک پرنسپل کلاس بھی تو ہوتی ہے۔ یہ زیادہ تر پڑھے لکھے لوگوں کی کلاس ہے جو ہوشیار اور محنتی ہوتے ہیں اور بہت زیادہ آسائشیں نہ کسی لیکن زندگی کو اپنے زور بازو سے خوبصورت ضرور بنالیا کرتے ہیں۔"

اسی اوہاب پرانی اور رشنا کے ملنے والوں کے بارے میں سوچنا بھی نہ نہیں کرتی۔
 اس نے وہ سب اٹکایا جو اس کے دل سے نہیں نکلا

رشنا بہت بدل گئی تھی۔ یہ بات تو میں بھی محسوس کرتی ہوں لیکن وہ اس حد تک جا چکی ہے۔ لیکن نہیں آگ۔ "اے کو بہت کچھ ہوا تھا انہوں نے اسی روز فون پر رشنا کو اس رشتے کے لئے سبک منع کر دیا۔

"اسی اٹک کا تو سوال ہی نہیں ہے۔ وہاں ان لوگوں کو ہاں کر چکے ہیں۔"
 "کس طرح ہو سکتا ہے۔ میری اجازت کے بغیر وہ کس طرح ہاں کر سکتا ہے؟"

"تو آپ فری کی فضول باتوں کی وجہ سے میرا گھر بھاگ کر میں گی۔ آپ وہاں کو نہیں جانتی ہیں اسی اور فری کی حرکتوں کی وجہ سے وہ پہلے ہی مجھ سے بھاگ چکے ہیں۔"

"فری نے ایسا کیا کر دیا ہے۔"
 "کچھ نہیں۔" طے میں رشنا کے منہ سے جو نکل گیا تھا اس کی وضاحت وہ اسی کو نہیں دے سکتی تھی۔
 "میں فری کی مرضی کے بغیر نہیں کر سکتی اور سچ ہو چھو تو مجھے وہاں جیسا کلف لگا وہ سزا دیا جا رہا ہے۔"

"تو آپ چاہتی ہیں کہ میری کی فردا کی شخصیت کو بھی مسج کر دے وہ بھی میرے کیا چاہی ہے بے ترتیب اور نگلی میں زندگی کا بند ہے۔"

"رشنا! میں بحث میں نہیں پڑنا چاہتی بس مجھے یہ رشتہ منظور نہیں ہے۔"

"سوچ لیں اے! ایسا کر کے آپ مجھ سے ملنے سے بھی جائیں گی۔ وہاں ہر کبھی مجھے آپ کے ہاں نہیں آنے دیں گے۔"

"یہ زندگی ہے رشنا تمہاری؟ تمہارا شو ہرنا جائز دیاؤ والا ہے تم پر اور تم چاہتی ہو میں فردا کو بھی ایسی زندگی گزارنے پر مجبور کروں؟ پھر مثال دیتی ہو شمسہ کی! ارے شمسہ تم سے ہزار درجہ اچھی ہے اپنے گھر میں۔ اور ارشاد نے تو مجھے وہ سزا دینا نہیں کر دیا ہے اور

انہیں آپا میں اور وہ انہیں اتنی کر رہی تھی کہ وہ اپنے ہاتھوں
 سے انہیں نکال دیتی تھی۔
 "آپ انہیں کھانا نہیں دیں گے؟" انہیں ملالہ نہیں سن
 اسٹوک ہو گیا تو سبھاغاتہ؟ میں ہی بخ سے گاہ لگتی
 پٹیاں بڑا ہو جائیں گی۔ "اس نے پوچھا اس انداز میں
 لگ رہی تھی کہ انہیں کیا تھا کہ مرنا تو ایسی آئی۔
 "آپ لگ رہے ہیں ان کے میاں میں کسی اور صاحب
 میں اس بھانسنے کے لیے۔"

ایک بار بچ کو ہوا تھا۔ اب تو پتہ چل رہا ہے کہ
 کر کے میرا اتنا سا کھانا کھل آیا تھا اور خاطر اریاں ہوئی
 تھیں بچہ کی کہہ رہی تھی اسے وہ پتہ چل رہا ہے۔
 "پتاؤ؟ آج کیا کھائیں؟" اس نے فریج کھول کر

"سب سے اولیٰ سب سے پائیں۔"
 "مجھے نہیں آتیں کوئی آسان کھانا کرو۔"
 اور سب سے کوشت بنائیں پھر ہی انی کھانے کو بھیجیں
 انہیں بڑے مزے کا بنائی ہیں۔ ساتھ میں کسی بھی
 زراعت اور پھل پھوس سے لگاتار ہیں۔ اس کیلئے میں
 کیسا مزے دار بن چکا ہوں۔ پتہ چل رہا ہے کہ
 کوشت بنانا ہے یا ہمارے کمر تو پھر ہم چاہو گا ہی کو بھی
 ضرور ملوا دیتے ہیں۔
 "لیکن مجھے تو شہ پتہ چل رہا ہے کہ ان کی ترکیب معلوم نہیں

"میں کس لیے ہوں؟ آپ کوشت نکالیں جو لے کر
 رکھیں۔ ہائی میں جاتا ہوں۔ ان اچار کے مسئلے تو
 ہیں نا کھانے؟"
 اور جب وہ کھانا بنا کر فارغ ہوئی تب تک کامران
 آیا۔ اس نے غازی کی صاحب دیکھا وہ اس بات میں سر
 ہلا کر مسکرایا۔
 "میں نے کہا تھا۔ سوچو اس پرانے وہ ٹالی کا لٹکا ہوا
 بھی پھینک کر لیں گے اور پتا نہیں کہ کس کس کوشت
 بالکل دیا بنا ہے جو یہاں ہی بنائی ہیں یا کچھ کسر رہ گئی

وہ اس پر غور کر رہی تھی لیکن اب غازی جو
 اس کے ساتھ تھا۔ وہ انہیں والی آئی جہیں کے کمر
 میں وہ سلامتی اور رنگ میں کھینچیں اس نے پتہ
 کی طرف اس کی اور وہ بھی اپنے تمام کھانے کو
 اپنے کے بعد غازی کو ساتھ لے کر ان کے پاس آجائی
 غازی کی ان کے منوں سے دوستی ہو گئی۔ ان کے جو
 بننے کی اور اس کی کلاس بھی ایک سی تھی۔ دونوں مل کر
 کھانے بھی اور کھیتے بھی پھر وہ اس کمر آکر یہ دونوں ہاں
 میں کھس جاتے اور وہ پھر کے کھانے کی تیار ہی شروع
 ہو جاتی۔ اسے حیرت ہوتی۔ غازی بہت ہی کھانے دھلے
 دھلے برتن اسپیڈ میں لگائے اور طرح طرح کے
 کھانے بناتے ہیں باہر تھا۔
 کبھی کبھی تو یہ بھی کھانے میں ملتی۔ سوا ہو نا تو
 کبھی کبھی کوئی اور نہ کسی اسے کسی دوست کے ہاتھ
 ہی لپک کے ہاں جاتا ہوا تھا۔ اس کی دونوں ہاتھوں

سب کچھ وہ اس کے لئے کرتی تھی کامران کا کام
 انہیں اس کے لئے سب کچھ سے اور وہ اس کی طرف سے
 کھانا سب کچھ کرتا تھا۔

پہل تک کر کے اس نے ای کی پاس بٹھو گیا۔
 "میں انہیں سب سے اولیٰ کھانے کو بھیجے گا کہ تم نے سب
 اپنے کا خطاب کیا اس میں میں بھی "میں دوست کی
 کھانے کے لئے بڑا کھانا لیں۔" انہیں اپنے ایمان کی لگ
 پانچوں میں رہنا ہے۔ لگ رہی تھی کہ میں یہاں ہی
 رہوں گا اب اس کے ہاتھ لگاتے ہیں گے سب رہنا اور
 سب کی شادی ہوئی اب وہ ایک بڑا کھانا کھاتی لگا تھا۔
 کھانے اب اس کے قدم کے آگے اور رہنا ہے اسے
 کھانے کے بجائے اس کا ساتھ دیا۔ وہ دونوں دلدل

میں دھلتے ہار رہے ہیں اور میں کبھی نہیں کھاتی۔
 سب سے اولیٰ کھانے اور کچھ نہیں کھاتی۔
 "آپ دعا کریں انہیں بھی رہنا آپا کے لیے دعا
 کریں گی۔
 اس نے ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تھا۔

وہ اس پر غور کر رہی تھی لیکن اب غازی جو
 اس کے ساتھ تھا۔ وہ انہیں والی آئی جہیں کے کمر
 میں وہ سلامتی اور رنگ میں کھینچیں اس نے پتہ
 کی طرف اس کی اور وہ بھی اپنے تمام کھانے کو
 اپنے کے بعد غازی کو ساتھ لے کر ان کے پاس آجائی
 غازی کی ان کے منوں سے دوستی ہو گئی۔ ان کے جو
 بننے کی اور اس کی کلاس بھی ایک سی تھی۔ دونوں مل کر
 کھانے بھی اور کھیتے بھی پھر وہ اس کمر آکر یہ دونوں ہاں
 میں کھس جاتے اور وہ پھر کے کھانے کی تیار ہی شروع
 ہو جاتی۔ اسے حیرت ہوتی۔ غازی بہت ہی کھانے دھلے
 دھلے برتن اسپیڈ میں لگائے اور طرح طرح کے
 کھانے بناتے ہیں باہر تھا۔
 کبھی کبھی تو یہ بھی کھانے میں ملتی۔ سوا ہو نا تو
 کبھی کبھی کوئی اور نہ کسی اسے کسی دوست کے ہاتھ
 ہی لپک کے ہاں جاتا ہوا تھا۔ اس کی دونوں ہاتھوں

کر لے کر شہت اچھا بنا تھا لیکن جتنی تعریف
کامران نے کی وہ تو شرمندہ ہو گئی۔
”فرمانے ابھی کسانا کھانا کھینا شروع کیا ہے مجھے
ابھی بہت ہے بہت بہت اچھا بنانے لگی ہے۔“ اسی نے
بھی تعریف کی۔

”یہ دیکھی تو مجھے غازی نے دی ہے۔ شہرہ کیا
بھائی ہیں اس طرح ہے۔“ اس نے قہقہہ دیا۔
”ہاں بھئی شہرہ کے ہاتھ میں پروازا لگتا ہے۔“
”چاہو! اب شام کی چائے لی کرائی جائے گا۔“
”ارے نہیں بھئی۔ آج مجھے ساہیوال جانا ہے وہ
اصل میں میری کیا قانون آیا تھا۔ بڑے دنوں سے بلا
رہی ہیں۔ آج تو قاعدہ خفا ہو رہی تھیں۔ ایک ہی تو
بسن ہے میری اور مجھے بھی بہت چاہی ہے۔“
”واپس کب آئیں گے چاہو؟“
”زیادہ دن نہیں نکلیں گے دو تین روز میں آجاؤں
گا۔“

”اچھا بیٹا! خیر سے جاؤ اور خیر سے واپس آؤ۔“ اسی

نے دعا دی۔
”ہو سکتا ہے واپسی پر آپا میرے ساتھ ہی
آجائیں۔“ اس نے اسی سے کہا تھا اور اس کے لیے
میں ایسا کچھ خاص یقیناً تھا کہ فردا کچھ سٹ کر رہ گئی۔
”منور لے کر آنا اپنی آپا کو میری تو پہلی ملاقات
شہرہ کے ہاں اس کی شادی کی تقریب میں ہی آئی تھی
اور میں عہدت سے مل کر بہت متاثر ہوئی بہت بڑا کام
کر رہی ہے۔ وہ آج کل کے زمانے میں جب ہر طرف
لفسافسی کا دور ہے وہ دوسروں کے لیے سوچتی ہے۔
بلایا ہے بڑا کام ہے۔“ پھر اسی فردا کی طرف دیکھ کر
بولیں۔

”عہدت غریب گھرانوں کے بہت سے بچوں کو
اپنے خرچ پر تعلیم دلوا رہی ہے۔“

”ہاں خالہ! آپ سب بہت کام کر رہی ہیں۔ اور یہ ہے
اپنے جیب خرچ میں سے بچا کر میں بھی ہر دوسرے
تیسرے مینے انہیں تھوڑی سی رقم نیچے لگا ہوں۔ مجھے

بہت ہے۔ بہت کم ہیں لیکن ای کتنی ہیں۔ تمہارا
ہنڈ بہت بڑا ہے اور تمہیں ایک کام کو چاروں رکھنا
چاہیے۔ ایک روز اللہ تمہیں اتنا دے گا کہ تم لوگو
اکیلے ہی کئی بچوں کی تعلیم دوا کر سکو گے۔“
”انشاء اللہ۔“ سب لوگوں نے ہرے ہنڈ سے
کہا تھا۔ اور فردا سوچ رہی تھی۔

”کامران کی آپا آئیں گی تو میں بھی اس سلسلے میں
ان سے بات کروں گی اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو
تو ضرور بتائیں۔ ویسے آج کل چھٹیاں ہیں اگر میں گھر
پر بیٹھ کر دینے لگوں ہمارے علاقے میں اتنے کھانے
پیتے لوگ رہتے ہیں اور یہاں بچوں کو بیٹھ کر دھوانا تو
ایک رواج بن چکا ہے مجھے یقین ہے کافی بچے مل
جائیں گے اور میں یہ رقم آپا کو دے سکتی ہوں۔“
”خیر! سچ رہی ہیں خالہ! چائے ٹھنڈی ہو رہی
ہے“ غازی نے دھکیلی دالیا۔

”آں۔ ہاں کچھ نہیں کھیں ویسے ہی۔“ اس نے
کپ اٹھا کر منہ سے لگایا۔

رات کو اسی نے غازی کو اپنی سوچ سے آگاہ کیا تھا۔

”ارے خالہ! یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ آپ نے
اس وقت کیوں نہیں بتایا۔ ذرا پہلے تو اور نالی بھی امپریس
ہو جاتے۔“

”میں یہ کام کبھی کو امپریس کرنے کے لیے تھوڑا ہی
کر رہی ہوں چالاک لڑکے۔“ اس نے مسکراتے
ہوئے اسے ایک دھپ رسید کی۔

”پتا ہے خالہ! عید کے دنوں میں ہم دونوں بھائیوں

یعنی میں نے اور نیچو نے اشال بھی لگایا تھا۔ چوڑیوں
اور دسری چھوٹی مولی چیزوں کا۔ ہم یہی سوچ کر بیٹھے
تھے کہ ساری آمدن پھیسو کو ساہیوال بھجوا دیں گے اور
یقین کریں۔ بہت اچھی بکری ہوئی۔ حالانکہ ہمارے

پاس تو سلمان بھی اچھی کوالٹی کا نہیں تھا لیکن اللہ کو
ہماری نیت کی خبر تھی نا۔“

”اب تم دونوں بھائی اکیلے اکیلے نیکیاں نہیں سمیٹو

کے تہذیبی خلاف بھی تیار ہے ساتھ ہوگی۔ وہاں اب
ہاں وہ جہاز میں نے کڑی سالی ہے۔ ترکیب

لیکن اگلے سب کے ساتھ آئی کچھ پانے کا
بول ہی کیا رہا۔ ساڑھے نو بجے کے قریب ۱۱:۳۰
اور غازی ٹاٹے سے فارغ ہونے کے بعد اس کے ساتھ
ایک کپ اور سلا اس کے بعد آفس میں جا کر کیا تھا
کہ اس سے زیادہ کچھ لے کر اس کے پاس ناظم ہی نہیں
تھا۔ تو یہ دس بجے سے پہلے نہیں اٹھی تھی۔ وہ ابھی
تک سو رہی تھی۔

فرہاد تو دھور ہی تھی۔ فون امی نے اٹھایا تھا اور وہ
پچھ سنا۔ گھبرا کر فرہاد کو آواز میں دینے لگیں۔ وہ جلدی
سے کام چھوڑ کر ان کی جانب چلی۔

”وہاں کا ایک سینڈشٹ ہو گیا ہے فری بارشاور ہو رہی
ہے۔ بڑی مشکل سے صرف اتنا پانی ہے۔“ امی کا
تو اپنا رنگ سفید پڑ رہا تھا۔ فرہاد نے جلدی سے سیل پکڑا
اور رشنا سے اسپتال کا پتہ پچھنے لگی۔

”گھبرا نہیں نہیں۔ ہم سب آرہے ہیں۔ ہاں ہاں
امیر بھائی کو بھی ساتھ لے کر آئیں گے۔“

اس کے بعد اپنی لے امیر سے اور پھر عرس پر
رابطہ کیا۔ یہ تو وہاں جا کر علم ہوا وہاں کو خاصی سیریس
چونٹیں آئی تھیں۔ اور وہاں بھی تک بے ہوش تھے۔

پریشانی نے رشنا کی حالت خراب کر رکھی تھی۔
”رو نہیں نہیں آئی! اللہ سے دعا کریں۔“
”میں کیسے دعا مانگوں فری! کیا وہ میری سنے گا میں
نے تو بہت عرصے سے اللہ کو بھلا رہا تھا۔“

اس کی بات پر فری کا دل دھک سے رہ گیا۔ اور رشنا
روٹی چلی گئی۔

وہاں بھائی پورا ایک ہفتہ اسپتال رہے۔ باقی ڈشمن تو
آہستہ آہستہ مندرمل ہو رہے تھے لیکن سب سے بڑا
مسئلہ اب یہ تھا کہ کوہی کی ہڈی ٹوٹی تھی اور ڈاکٹر اس
سلسلے میں جو ہدایات دے رہے تھے وہ ایک لمبے عرصے

تک سہارا بن رہے تھے۔ امی نے ہاتھ دبا دیا اور رشنا
کو سہارا دینا شروع کر دیا۔ امی نے ہاتھ دبا دیا اور رشنا
کو سہارا دینا شروع کر دیا۔ امی نے ہاتھ دبا دیا اور رشنا

کمر زار کر پھر انہیں ساتھ لے کر آئے گا ارادہ رکھتا تھا
شنتی ہی چلا آیا۔

وہاں کے بڑے بھائی تو ملک سے باہر مقیم تھے۔ اور
عرس سے وہاں کا ان سے رابطہ بھی نہیں تھا۔ یہی
لوگ تھے جو ان کی نگہ داری کر رہے تھے۔ ان کا حلقہ

وہاں خاصا وسیع تھا لیکن وہ سب لوگ بس کھڑے
کھڑے حال احوال پوچھنے والوں میں سے تھے۔ پتہ
نے تو اتنی ہی رنجش تھی کہ بس سیل پر بات کر لینا
انگریزی میں کچھ لفظ کسی کے بول دینا ہی کافی سمجھا۔

”رشنا! ملک کچھ اتنا قابل اعتبار آدمی بھی نہیں ہے
اور میری تو زندگی بھر کا امان اس کے ہنس میں لگا ہوا
ہے۔ تم کچھ کرنا اس سے جا کر ملتی رہو بلکہ کسی
بھانے فرہاد کو بھی ساتھ لے کر آؤ۔“

اور رشنا نے شادی شدہ زندگی میں پہلی بار شوہر کو
ایسی نظر سے دیکھا جس میں غصہ بھی تھا اور تپندگی کی

UrduPhoto.com

”ہم جہاز سے ملے تھے اس سے بھی مجھے آجا میں
گئے۔“ وہاں نے ڈرایا۔

”مجھے لگتا ہے اللہ نے تمہیں زندہ رکھ کر معافی کا
ایک موقع دیا ہے وہاں پورٹ گاڑی کی جو حالت ہے نا
کوئی شخص نہیں یقین نہیں کرتا کہ اس میں موجود شخص
زندہ ہی کیا ہے۔ میں نے تو اللہ کا اشارہ سمجھ لیا ہے تم
بھی اب کچھ ہوش کر لو۔“

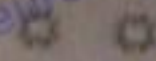
”ہوش تو تمہیں تب آئے گا بے وقوف عورت
جب گھر میں کھانے کو کچھ نہیں رہے گا کونے والے
کو محتاج ہو جاؤ گی تم۔“

”میں بڑھی نکلی ہوں اور خدا نے ہاتھ پاؤں بھی
سلامت رکھے ہیں بھوکی نہیں مہوں گی۔ کچھ نہ کچھ
کریوں گی لیکن خدا کے لیے اب اپنی سونے کا زانو
بدل لو۔“

”ملک آیا تو ہے نا مجھے اسپتال دیکھنے اور فون پر بھی

برہی تھیں۔ پورا رات سو کر سہ کے باہر کھڑا ہوں
ہاتھیں کر رہا تھا۔ تم نے اسے کمرے میں کیوں نہیں
بلایا۔"
اور یہ سب کہتے کہتے پھر وہ بہت خوب لڑا ہوا ہاتھ
بھی تو روئے ہی گئے۔

میں تو بے اختیار ہنسا ہوا کہ۔
اور رشنا نے انہیں دیکھا کہ ملک نے صرف پہلے دو
پارہ لگا تھا۔ اس کے بعد فون پر بھی کبھی رابطہ نہیں
کیا۔ وہ اس کی حالت کے پیش نظر اسے باغیچوں میں
نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔



کمر آنے کے بعد صبح معنوں میں وہاب کو اپنی
بجوری اور معذوری کا احساس ہوا تھا۔ وہ تو ہر کام کے
لے رشنا کے محتاج ہو کر رہ گئے تھے اور انہی دنوں ان
کے دل میں یہ خیال بینہ کیا کہ وہ اب کبھی بھی اپنے
دلوں پر کمرے نہیں ہو سکیں گے اور اس خیال نے
انہیں بہت پریشان اور دہشتناک کیا۔

وہ رشنا کے ہر عمل کو بطور دیکھنے لگے۔ پہلی تک کہ
وہ رات پر بھی اگر وہ انہیں دیکھنے کے لیے پانسی اور کام
سے اندر آتا اور رشنا اس سے بات کرتی تو بطور جائزہ
لیجتے اور ہر کوئی ملنے لگتا تھا کہ اب تو ان کی حالت ہی بری
ہو جاتی۔

انہیں دیکھنے کے لیے کام میں بھی اکثر آتا اور ان
کے پاس بیٹھ کر فون پر ان کے دل میں لگتا تھا کہ وہ
بولی اور وہ کام میں سے اچھی طرح ملتی۔ کچھ دن تو
وہ اب نے یہ سب چہ پہلے وہاب برداشت کیا پھر چلانے
کے اور اس پر طرح طرح کے الزام رکھنے لگے۔ وہ
منجلی دیتے دیتے خود بھی آخر کار گھٹس میں آ جاتی اور
اٹھ کر کمرے سے باہر چلی جاتی۔ مٹی کنوڑی وہاب کی
معذوری کے یہ دن اور سب سے بہتر کر ان کا شک وہ
میں طرح ٹوٹ گئی تھی۔

لیکن اپنے مشترکہ دوستوں سے ملنا اس کی بجوری
نہیں۔ وہ وہاب تک تعلق رکھے ہوئے تھے نسبت ہی
زنا لیکن وہاب کی ہٹ دھرمی جوں کی توں تھی وہ کچھ
کچھ کے مولا میں نہیں تھے ایک ہی رٹ تھی۔

"تک آئی ہو مجھ سے" پوچھا پھر انا چاہتی ہو وہ جو
ان مردان آیا تھا اس کی طرف بڑی چٹکی نظروں سے
دیکھ رہی تھیں۔ اس ڈاکٹر سے تو بڑی فس فس کرتی تھیں

"رشنا! رشنا! تم مجھے چھوڑ دو نہیں جاؤ گی۔ وہ کھو گیا
معذور آدمی تمہارے دل میں کس طرح نہیں لگتا۔"
"میں نہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا رہی اور تم
معذور بھی نہیں ہو۔ دیکھ لینا چند دن کے بعد بالکل
لھیک ہو جاؤ گے۔ سب ڈاکٹر کی کہتے ہیں۔"
"لیکن مجھے کسی ڈاکٹر یقین نہیں ہے۔ سب
بھولے مکار لوگ ہیں یہ صرف ہمیں اپنے جہاں میں
پھنسانا چاہتے ہیں۔"

"وہاب! انھما کے لیے میں تمہارے بچوں کی ماں
ہوں۔" اس کا ضبط لگ گیا وہ اب دینے لگتا اور وہ دیکھنے
لگتی۔

اس کی تھیلی اور حلقوں کو محسوس کر کے فریادوں
کے ساتھ ملنے آئی تھی۔ کچھ دنوں کے لیے ابو حمرک
کی تھی۔ اب اس کی کھینچا ہوا تھیلی اس نے بھی سنیں اور
اسے سخت افسوس ہوا۔

"آئی! یہ تو شاید نفسیاتی مرافض سے جا رہے ہیں۔"
ایک روز جب رشنا روٹی ہوئی کمرے سے اٹھی تھی تب
اس نے بڑے افسوس کے ساتھ کہا تھا۔

فریادوں نے اسے سنا جس ماحول میں گزارے
ہیں تھے۔ وہاں وقایہ نام کی کوئی شے نہیں ہوا کرتی۔ لوگ
صرف اپنے لیے جیتے ہیں۔ اب یہ ملک جو ہے جس
سے تم ملی تھیں تین شاواہاں انعام تک پہنچا چکا ہے۔
اور اس کی بیویاں کوئی اس سوگ میں بیٹھی تھوڑا رہ گئی
ہیں۔ انہوں نے بھی اپنے مطلب کے بڑے حوصلہ لیے
اور انہی پارٹوں میں یہ سب ایک دوسرے سے ملے
ہیں خوب قہقہے لگاتے ہیں تو پھر وہاب کو کس طرح
یقین آئے کہ وہ کنکال اور معذور بھی ہو جائیں تو میں
ان کا ساتھ دوں گی۔"

"اور آپ اسی سوسائٹی کا مجھے بھی حصہ دینا چاہتی

ملوکی نہیں تھی اور اب کچھ عرصے سے میں ہمارے پاس
باضی کی جانب لوٹنے لگی تھی۔ تم فکر نہ کرو۔ میری ہل
کی تربیت تمہارے حق میں ہی ہوتی ہے مجھے ساری عمر
اسی دلیری کا ثبوت ہے۔ وہ بھی اتنی اور ہی آواز میں اب
کے سامنے نہیں بولی تھی اور ہوا اس نے کہا تھا۔ وہ غلط
بھی تو نہیں تھا۔ وہ خاموش ہو گئے تھے اور ہر سکون بھی۔

”پلیز فری! اب مت بھولو۔ ٹاپک۔ آگئی تھی کچھ
مطلوبہ۔ سوچا کہ کتاب ایسا نہیں کہوں گی اور ہائی
کی عقل مجھے اب آگئی ہے اب تو وہاں کچھ بھی نہیں
چاہتے ہیں۔ کے لیے پھوڑ دینے کی بات ہی کہیں نہ
کریں۔ مجھے اس لکچر میں نہیں اترنا دیکھو تو فری!
زندگی کی حقیقت ہی کیا ہے۔ انسان کتاب ہے بس ہے
اور پھر بھی اس کی نہیں مانتا ہر شے پر قادر ہے۔
اس کی ریشیاں آگے بچھو دوڑنی اندر داخل
ہو نہیں تو رشتا ان کی جانب متوجہ ہو گئی۔

پھر آنے والے دنوں میں ان میں کچھ تبدیلیاں
اتنی تیزی سے آئیں کہ رشنا اور فردا کے ساتھ ساتھ
کامران کو بھی حیرت اور پھر خوشی ہوئی۔ وہ باضی پر
پشیمان تھے انہوں نے بستر ریشیا کر ہی اشاروں سے نماز
پڑھنی شروع کر دی تھی اور وہ بہت عرصے سے کہتے تھے
”اللہ ہمیں ضرور معاف کرے گا“ رشنا! اور اب ہم
ایک نئی زندگی چھوڑ گئے۔

”آوارہ عورت تھے ڈھنگ سے وہ نہ اڑھنا بھی
تھیں آگے۔ وہ کون لگتا تھا تیرا جس کے ساتھ تو ہیں۔
سر ہنس ہنس کر ہاتھیں کر کے کھڑی ہو گئی تھی۔
ابھی ابھی ایک پلٹے والا ٹھہر کر گیا تھا اور اب رشنا کی
شامت آگئی ہو گئی تھی۔ وہ بولتے رہے رشنا اب کچھ
سلی رہی ہے اب جو چاہے لے کر کے تو ہو گی۔

فردا اسطرح ہو کر گھٹا پلٹ آئی تھی۔ جتنے دن وہ رشنا
سے ہاں رہی اسی قسم کے کھٹکے ہاں رہیں تو اس سے
کامران کے ساتھ اکثر وہاں کو دیکھتے آجاتی تھیں اور
سوچا کہ آگئی تو ابھی تک نہیں۔

”بہت خوب ہے ابھی ابھی۔ ابھی ابھی۔
کیا وہ پلٹ بھی آئی ہیں دیکھ رہا ایک وہ وقت تھا وہاں
جب تم مجھے۔ تم جہاں کر کے دوستوں کی محفلوں میں
لے جایا کرتے تھے گئے تھے تمہارا مفاد اس میں تھا اور
تج تمہارا مفاد اس میں ہے کچھ میں کسی اور مرد کو نہ
دیکھوں نہ سوچوں۔ صرف تمہارے ساتھ ہوں۔ کتنے
جیسے بھی ہو ہر حال میں تمہیں قبول کروں۔ کتنے
خود غرض ہو تم وہاں اترنے مجھے ایک کھلونے کی طرح
استعمال کیا ہے اور مسلسل کرنا چاہتے ہو۔

اس نے بیگ لاؤنچ میں ہی رکھا اور صوفے پر ٹھہرا
ہوتے ہوئے بولی۔ اس سے پہلے کہ اسی کچھ کہیں اتر
بھاگی ہے آگے۔
”تم تو بہت مصروف رہے۔ رشنا کی طرف پتھر
لگانے کا نہیں وقت ہی نہیں ملا۔ ہے نا؟“ اسی کو اپنے
پرست غصہ تھا سو کہے بغیر نہیں رہ سکیں۔
”میں واقعی بہت مصروف تھا۔ اصل میں ہم یہ گھر
سیل کرنا چاہ رہے ہیں۔“

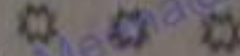
لیکن یہ یاد رکھو میں عورت ہوں جیتی جاگتی
عورت۔ جس کی پورش بڑے ہی پاکیزہ ماحول میں کی
گئی تھی جو چادر میں چھوچھپائے بغیر گھر سے باہر نہیں
نکلتی تھی لیکن جب تمہارے نکاح میں آئی۔ تم نے
میرے چادر پر اعتراض کیا پھر دلہنہ پر پھر تمہیں میری
شرم دیا بری لگنے لگی تم مجھے آوارہ مرزاں مردوں کی دنیا
میں سجا بنا کر لائے تھے۔ میں شروع سے ایسے ماحول کی

شدید ناراضی سے بھر چھا۔
”بھئی میں اور تو یہ اور کون؟“ امر جھٹایا۔
”کیوں اور کس کی اجازت سے؟“ اسی کو اس نے
اتنے غصے میں بھی نہیں دیکھا تھا۔
”کسی اچھے علاقے میں گھر لینے کا ارادہ ہے اس

میں اتنا غصہ کرنے کی کون سی بات ہے۔
 ”تم اس کمرے کے اکیلے مالک نہیں ہو دو ایسا فیصلہ
 کر رہے ہو اس میں میرا رشتہ اور فروا کا بھی حصہ
 ہے۔“

”تو یہ پہلے ہی کہتی تھی یہ لوگ نہیں مانیں گے
 میں ہی سہہ قول ہوں۔“
 ”تمہاری یہی کسی اچھے علاقے میں کمر لینا چاہتی
 ہے یہ جگہ پسند نہیں ہے تو تم لوگ جاسکتے ہو لیکن یہ
 کمر بیٹل نہیں ہو گا۔“

امیر سے اٹھا اور چلا گیا اور وہ جو اپنے کمر والی کی
 بہت سیکشن تھی خوش ہو رہی تھی اب جیسے سن ہوئی
 بیٹھی تھی۔



رشتہ کے ہاں سے وہ قلعہ کی جگہ کاغذ جالی رہی تھی
 لیکن آج دل ہی نہیں چاہتا تھا رات کو جو امیر بھائی نے
 کسادہ ذہن سے لگا نہیں تھا۔ وہ آئندہ کھانے کے باوجود
 بستر پر ہی رہی۔ ساڑھے نو بجے ای کا خیال کر کے
 اسے بستر چھوڑنا پڑا کہ بقیہ وہ بھی بھوکی تھی اور دل کی
 اور اس کے جانے کی خواہش بول کی۔

لیکن لاؤنج میں آکر اسے جھٹکا لگا ای وہاں موجود
 نہیں تھیں۔ حالانکہ بیدار ہونے کے بعد ادھر آکر
 بیٹھنا ان کا معمول تھا۔ وہ ان کے کمرے میں آئی تو وہ
 او اس اور کس قدر کمزور دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ ان
 سے پٹ گئی کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کیں پھر انہیں
 لاؤنج میں آنے کا کہہ کر ناستا بنانے کچن میں چلی آئی۔

دس بج رہے تھے۔ ٹوبہ وہاں موجود تھی۔
 ”کس کی اجازت سے چائے بنانے لگی ہو؟“ جو نسلی
 اس نے جی کا ذہن اٹھایا وہ چلانے لگی۔

”کیا مطلب ہے اس کے لیے مجھے کسی کی اجازت
 کی ضرورت ہے بھلا!“ فروانا گواہی سے بولی۔

”ہاں بالکل ہے۔ یہ سب امیر کی کمانی سے ہی آتا
 ہے نا اور کل تمہاری ماں نے امیر کو یہاں سے جانے کو
 کہا ہے۔ جارہے ہیں ہم یہاں سے۔ اب بھوکے مرنا

اور یہ جو ہوا شوق ہے نا چھائیوں کا دیکھتے ہیں سب
 فیس نہیں بھرنی تو کون سا کالج ایڈمیشن دے گا کہیں
 جاؤ جاؤ اگلے سال سے میرا منہ کیوں دیکھ رہی ہو۔ سب
 امیر کی کمانی سے ہے کچھ نہیں لینے والی کی میں
 نہیں۔“

ٹوبہ نے یہ کہتے ہوئے نفرت بھرے انداز میں
 اسے پیچھے کودھکا دیا۔ وہ کہاں تیار تھی اس تھیلے کے
 لیے۔ ماں کے دروازے سے نکلائی اس سے پہلے کہ
 گریڈی۔ کسی نے بڑے آرام سے اسے قہقہہ لپکا۔

”فری کا باپ ابھی زندہ ہے۔ فیس بھی بھرے گا
 اپنی ملاقات سے بدھ کر اچھے سے اچھا بھی کھائے گا۔“
 اسے قہقہے والے نے کہا تھا۔

ٹوبہ ہونہ۔ اکتے ہوئے باہر نکل گئی اور وہ ارشد
 بھائی کے پاس سے لگ کر بلک بلک کر رونے لگی۔

”بس بھی نہیں گویا میرا پتر فری بس کرنا۔ ایمپاس
 میں تو ماں ہی کو ایک خوشخبری سننے آیا تھا لیکن لگا
 ہے اب وہ خوشخبری نہیں بھیجی بنائی پرے کی۔ چلو
 چھوڑو یہ سب کچھ۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔“ وہ ہاتھ پکڑ

کر رہی تھی۔
 ”تمہیں کیا ہوا؟“ امی اس کا چہرہ دیکھ کر جو نکلیں۔

”یہ بعد میں بتائے گی۔ پہلے میں بتا دوں آج شام کو
 شمس کے ساتھ کامران کی کیا آرہی ہیں مٹھائی کا ٹوکرا
 لے کر۔ میں نے کہہ دیا ہے مٹھائی یا تولال کھو دو والوں

کی لیں یا پھر شیراز بیکری کی۔ ہماری فری ایسی فیکسی
 جگہوں کی نہیں کھاتی اور مزے کی بات وہ اس پر تیار
 ہو گئی ہیں کہ اپنی فری تو انہیں ہمارے ہاں ہونے والی
 شادی کے فنکشن پر ہی بھاگنی تھی۔ کہتی ہیں جو فروا کی
 پسند وہی میری پسند۔“

ارشاد بھائی نے کچھ یوں بات کی کہ وہ مسکرائے بنا
 رہ نہیں سکی۔

”خوش رہ پتر ہمیشہ خوش رہ۔“ ارشد بھائی کی آواز
 بھرا آئی اور امی تو خدا کا شکر ادا کرنے میں لگی تھیں۔

”ایسے ہی چھوٹے چھوٹے مسئلوں سے گھبرا
 نہیں کرتے۔ وہ نواز نے والی ذات تو سب دیکھ رہی ہے

اور اس نے اس بات میں سہارا دیا۔

اسکی۔ یہاں پہلی چار تصویریں ہی بہت ہو گئیں۔ سووی

بھی کافی وقت ضائع کر لیا اب اندھ کر کھانے پینے کی

کمریں کہ مسالوں کی نظریں اب لڑکے لڑکی کی جانب

نہیں کھانے کی ٹیبل کی طرف رہیں۔

غازی اور بیچہ مشورہ چار رہے تھے۔ رشتہ نے کھانے کی

ایک پلیٹ ان دونوں کو یہ کہہ کر تھما لی۔

”بہتر کم ہیں لی حال ایک پلیٹ فیٹر کریں۔“ اور

مسکراہٹ دیتے ہوئے پیچھے ہٹ گئی۔

کامران نے پہلے پیچہ بھر کر برائی اس کے منہ میں

ڈالی اور سنجیدگی سے بولا۔

”جینز میں برتن کم لے کر آنا۔“ اور فروا نے اس بار

کامران کے منہ کی طرف جاتا پیچہ بھی کھنکھرائے اپنے منہ

میں ڈال لیا۔

”کیا خیال ہے کیا اب بھی برتن کھانے کو کہیں

کے؟“ وہ آنکھوں میں شوخی لیے مسکراتا پیچہ روٹی

تھی نہ کہ کھانا۔ غازی نے بیٹھتے سے لہو

کھینچ کر اس کی طرف دیکھا۔

”مگر کیسی تھیں۔“ فروا تو کوئی اور تھی اب

مگر وہ اکٹری ہوئے والی تھی۔ کیا لڑائی۔

مگر تو یہ یہاں تک کہ تو یہ کھانے والے بھی اس

روپ میں پیش پیش تھے۔

”فروا! وہاں بات کرنا چاہ رہے ہیں تم سے۔“ رشنا

کا ہاتھ سیل فون اسے تھما دیا۔

”کیا اب بھائی السلام علیکم! اس کا بوجہ کتابچہ اعتقاد

ہم جیتی رہو۔ مجھے السون ہے میں آج کی اس

روپ میں شریک نہیں ہو سکتا۔ لیکن انشاء اللہ

میری شادی تک ضرور ٹھیک ہو جاؤں گا اور ایک

بلی کی پوری ذمہ داری اٹھاؤں گا۔ تم جیسی بیٹیاں اور

میں تو ملن ہوا کرتی ہیں۔ فری! میں بہت گناہ گار

ہوں۔ بہت برا ہوں۔ لیکن فری! یقین کرو۔ تمہارا سے

بہاں سراپا ہوں۔“

پہلے ہی روٹن اتر آئی جب قسم نے نیچے

کھنکھرائے۔ ”لوں نے کھاتے ہی لاؤنچ

میں کھینچ کر دی۔“

اس شام کارنگ ہی اور تھا۔ وہ کامران کے پہلو میں

تھی۔ سووی بن رہی تھی تصویریں غازی اٹھا رہا

تھا۔ کامران ہار ہار کہتا تھا۔

”ار پڑ رہا ہے کو بھی کہو۔ کیا دھڑا دھڑا اٹارے

ہے ہوتے۔“

”یہ دیکھو۔“ وہ دیکھاتا تھا۔ وہی الحال اتنا ہی کافی

تھا۔ زیادہ پھیلنے کی کوشش کی تو ”لڑکا لڑکا“ ہے کہ

خاندان کے لیے انکار بھی کر سکتا ہوں۔“

لیکن خاندان نہیں کہہ سکتی تھی۔ یہ ہمیں یقین

اس نے سرگرمی میں کھانے فروا نے مسکراہٹ

کے لیے سرگرم کیا تھا۔

”میری! چلو تو اونچا کھانا کھاؤ۔“

”کچھ اس نے کھانا کھا لیا۔“

”مگر کیسی تھیں۔“

”فروا تو کوئی اور تھی اب

مگر وہ اکٹری ہوئے والی تھی۔ کیا لڑائی۔

مگر تو یہ یہاں تک کہ تو یہ کھانے والے بھی اس

روپ میں پیش پیش تھے۔

”فروا! وہاں بات کرنا چاہ رہے ہیں تم سے۔“ رشنا

کا ہاتھ سیل فون اسے تھما دیا۔

”کیا اب بھائی السلام علیکم! اس کا بوجہ کتابچہ اعتقاد

ہم جیتی رہو۔ مجھے السون ہے میں آج کی اس

روپ میں شریک نہیں ہو سکتا۔ لیکن انشاء اللہ

میری شادی تک ضرور ٹھیک ہو جاؤں گا اور ایک

بلی کی پوری ذمہ داری اٹھاؤں گا۔ تم جیسی بیٹیاں اور

میں تو ملن ہوا کرتی ہیں۔ فری! میں بہت گناہ گار

ہوں۔ بہت برا ہوں۔ لیکن فری! یقین کرو۔ تمہارا سے

بہاں سراپا ہوں۔“

UrduPhoto.com

*